اِنسان

اپنی صِفات کے آئینے میں

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددنٰہ اسفل سٰفلین الا الذین امنوا وعملوا الصٰلحٰت

فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن محمد المعثاز حفظہ اللہ

اِنسان

اپنی صِفات کے آئینے میں

قرآن مجید میں انسانی اوصاف کا رہنما تذکرہ
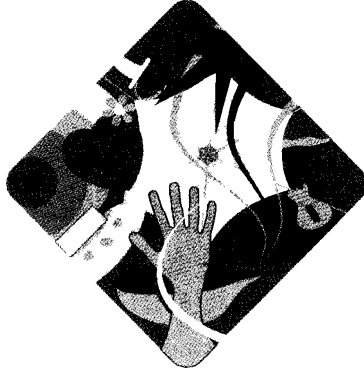
© مكتبة دار السلام ١٤٢٧ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
المعتاز، عبدالله بن محمد
الانسان باللغة الاردية. / عبدالله بن محمد المعتاز - الرياض، ١٤٢٧هـ
ص: ١٧٧ مقاس: ١٤×٢١ سم
ردمك: ٤-٥-٩٨٢٢-٩٩٦٠
١-الخلق ٢- القرآن-الاعجاز العلمي أ-العنوان
ديوي ٢٢٩،٧ ١٤٢٧/٥٦٢١
رقم الإيداع: ١٤٢٧/٥٦٢١
ردمك: ٤-٥-٩٨٢٢-٩٩٦٠

دارالسلام
DARUSSALAM
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

● طریق مکہ۔ العلیا۔ الریاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 ● الملز۔ الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221
● سویلم فون: 2860422 1 00966 ● جدّہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270
● مدینہ منورہ موبائل: 503417155 00966 فیکس: 8151121 ● خمیس مشیط فون: 2207055 7 00966 موبائل: 0500710328
● الخُبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 ● ینبع البحر موبائل: 0500887341

شارجہ فون: 5632623 6 00971 **امریکہ** ❶ ہوسٹن فون: 7220419 713 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 ❷ نیویارک فون: 6255925 718 001

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

❶ 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

❷ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 ❸ مون مارکیٹ اقبال ٹاؤن۔ لاہور فون: 7846714

کراچی شوروم Z-110,111 (D.C.H.S) مین طارق روڈ کراچی
فون: 0092-21-4393936 فیکس: 4393937 Email: darussalamkhi@darussalampk.com

اسلام آباد شوروم F-8 مرکز۔ اسلام آباد فون: 051-2500237

تحقیق وتخریج سے مزین ایڈیشن

فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن محمد المعتاز حفظہ اللہ

ترجمہ: شعبۂ تحقیق دارالسلام

دارالسلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک

نام کتاب : اِنسان اپنی صِفات کے آئینے میں

مصنّف : فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن محمد المعتاز حفظہ اللہ

منتظمِ اعلیٰ : عبدُالمالک مُجاہد

مجلسِ انتظامیہ : حافظ عبدالعظیم اسد (منیجر دارالسّلام لاہور) محمّد طارق شاہد

مجلسِ مُشاورت : حافظ صلاح الدین یُوسف ڈاکٹر مُحمّد افتخار کھوکھر پروفیسر مُحمّد یحییٰ مولانا مُحمّد عبدالجبار

ڈیزائننگ اینڈ السٹریشن : زاھد سلیم چودھری (آرٹ ڈائریکٹر)

خطّاطی : اِکرام الحق

اشاعت اوّل : 2007

مضامین

فہرست مضامین

باب دوم

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ انسانی صفات

باب سوم

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ انسانی صفات

باب چہارم

صراط مستقیم پر چلنے والوں کی صفات و کردار

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم کرنے والا خوب مہربان ہے

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا اور اپنی عبادت کی طرف دعوت دینے اور ان کی ہدایت کے لیے نبی اور رسول بھیجے لیکن انسان خصلتاً بہت ظالم اور جاہل ہے، اسی بنا پر انسانوں کے دل ودماغ پر بدترین جاہلیت حاوی ہو چکی ہے جو انھیں تاریکیوں کی طرف لے جا رہی ہے۔ وہ آنکھیں، کان اور عقل رکھنے کے باوجود اپنے رب کی نشانیوں سے اعراض کر رہے ہیں اور کائنات میں ہر سو پھیلی ہوئی نشانیوں سے آنکھیں بند کر کے بدترین جاہلیت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔

قرآن پاک نے انسانوں کی رشد وہدایت کے لیے دعوت کے مختلف اسلوب اختیار کیے ہیں۔ کبھی ان بے شمار نعمتوں کا ذکر کیا جن سے انسان مستفید ہو رہا ہے، کبھی انسان کی ان صفات کا ذکر کیا جن سے انسان متصف ہے اور کبھی ان نشانیوں اور آیات کا ذکر کیا ہے جن میں غور کر کے انسان مسموم جاہلیت سے پاک ہوسکتا ہے اور اندھی تقلید کی تاریکیوں سے نکل کر اپنے رب کی طرف راغب ہوسکتا ہے۔ قرآن، زمین وآسمان اور انفس وآفاق میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نشانیوں میں غور کرنے اور آسمانوں اور زمین کی مسخر کردہ تمام چیزوں میں سوچ و بچار اور تدبر کرنے کی دعوت وترغیب دیتا ہے تاکہ انسان ذلت وپستی اور جہالت وگمراہی سے نجات پائے اور اپنے خالق حقیقی سے لو لگا کر جنت حاصل کر لے لیکن شیطان نے انسانوں کو گمراہ کر

عرضِ ناشر

کے اور راہِ حقیقی سے ہٹا کر اپنے ہی جیسی مخلوقات کی پرستش اور اطاعت کے راستے پر لگا دیا ہے۔

کفر و شرک اور جاہلیت کی تاریکی میں بھٹکے ہوئے انسانوں کو صراطِ مستقیم پر لانے کے لیے ہر دور میں امت کے علماء نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اور بنی نوع انسان کو ظلم ومشقت، کفر وشرک اور تحقیر نفس سے نکالنے کے لیے تالیف وتصنیف اور دعوت وتبلیغ کے ذریعے سے اصلاح کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ مختلف زبانوں میں علمائے کرام نے اپنی طبیعت، مزاج اور ماحول کے مطابق دعوتی خدمات انجام دی ہیں۔ موجودہ دور میں بھی علمائے کرام مختلف انداز واسلوب میں لوگوں کی اصلاح کے لیے کوششیں کر رہے ہیں۔ انھی علمائے کرام میں سے ریاض (سعودی عرب) کے ایک مشہور مبلغ اور عالم دین شیخ عبداللہ بن محمد المعتاز ہیں جنھوں نے پیش نظر کتاب، کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر فرمائی۔ اس میں انسان کی حقیقت کو عربی زبان میں نہایت ہی سلجھے ہوئے انداز میں واضح کر کے صحیح راستے پر چلنے کی دعوت دی گئی ہے۔ کتاب کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر دارالسلام اس کتاب کا اردو ترجمہ اُمت مسلمہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

مزید تسہیل وتفہیم کے لیے نئے ایڈیشن میں ترتیب بدل دی گئی ہے اور ابواب میں تقدیم وتاخیر کر دی گئی ہے۔ یہ ذمہ داری ادارے کے ریسرچ فیلو مولانا منیر احمد رسولپوری نے بڑی محنت سے خوب نبھائی ہے۔ ترجمے کو مزید عام فہم اور شگفتہ بنانے کا کام رکن ادارہ جناب احمد کامران نے کیا اور پروف ریڈنگ کے جملہ حتمی مراحل مولانا محمد عثمان منیب اور حافظ محمد فاروق نے انجام دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب دعوت کو پڑھنے اور راہِ عزیمت پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

خادمِ کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

مدیر دارالسلام، ریاض، لاہور

رجب 1427ء اگست 2006

حرفِ اوّل

اس کائناتِ رنگ و بو میں بوقلموں اور متنوع اشیاء، اجناس، پھول، پھل، میوے، پرند، چرند اور درندے موجود ہیں۔ حشرات الارض پر نگاہ دوڑائیں تو ان کا شمار ممکن نہیں۔ عالم حیوانات کا اپنا ایک الگ جہان ہے، جس میں چھوٹے چھوٹے جانوروں سے لے کر شیر، چیتے اور ہاتھی جیسے لحیم شحیم اور خونخوار جانور موجود ہیں۔ مگر ان طرح طرح کی مخلوقات میں سے انسان اپنی خلقت، پیدائش، شکل وصورت، وضع قطع، خدوخال اور خصائل و فضائل کے لحاظ سے بالکل مختلف، منفرد اور ممتاز ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝٤﴾

''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں پیدا کیا۔''[1]

اسے علم الاشیاء کی معرفت عطا کی اور مسجود ملائک ٹھہرایا۔ اسی کی عزت و محبت کے باعث شیطان کو راندۂ درگاہ کیا گیا مگر جب یہ حضرت انسان اپنے نفسِ امّارہ کے چنگل میں پھنس کر فساد فی الارض کا مرتکب ہوتا ہے تو پھر یہ حق تعالیٰ کے اس فرمان کا مصداق ہو جاتا ہے:

﴿ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝٥﴾

''پھر ہم نے اُسے نیچوں سے بھی نیچے پھینک دیا۔''[2]

---

① التین 4:95 ② التین 5:95

حرفِ اوّل

اس کائنات میں انسان کے شرف وفضیلت کے لیے یہ کیا کم درجہ اور مرتبہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے اس کائنات کی خلافت کے لیے انسانوں ہی کو منتخب کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَـٰٓئِكَةِ إِنِّى جَاعِلٌ فِى ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾

''اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: بے شک میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔''[1]

حق تعالیٰ نے انسان کو خلافتِ ارضی کے منصب جلیلہ پر فائز کیا مگر وہ اس کے تحمل کے لیے اپنے نفس کے تزکیے کے بجائے تَدْسِیس، یعنی نیکیوں کے جذبے کو ختم کرنے کا مجرم بن کر خسرانِ مبین میں مبتلا ہو گیا۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کو یوں واضح کیا ہے:

﴿وَٱلْعَصْرِ ① إِنَّ ٱلْإِنسَـٰنَ لَفِى خُسْرٍ ② إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلْحَقِّ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلصَّبْرِ ③﴾

''زمانے کی قسم! انسان درحقیقت خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔''[2]

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سیکڑوں مقامات پر براہِ راست انسانوں سے خطاب کیا ہے اور انھیں اپنی زندگی کے نصب العین کو کتاب وسنت کے مطابق ڈھالنے کا حکم دیا ہے۔ کتاب وسنت کے مطالعے سے رحمت الٰہی کا ایک عجیب وعظیم منظر دکھائی دیتا ہے کہ انسان جس قدر غلط کار اور معاصی کی دلدل میں دھنسا ہوا ہوتا ہے اسی قدر، رب ذوالجلال کی رحمت جوش میں آتی ہے اور انسانوں کی توبہ قبول کرکے انھیں ایک اچھے، بہتر، نیک اور پاکباز فرد کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے مواقع عطا کرتی ہے۔

---

① البقرة 30:2 ② العصر 103:1-3

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

(غالب)

''انسان اپنی صفات کے آئینے میں'' فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن محمد المعتاز حفظہ اللہ کی، جو ایک ممتاز داعی اور عالم دین ہیں، ایک ایسی مختصر مگر جامع تصنیف ہے، جس میں ایک انسان کو کامیاب اسلامی زندگی بسر کرنے کی صراط مستقیم دکھا دی گئی ہے۔ کتاب کے پہلے ایک تہائی حصے میں انسان کی پندرہ ایسی کمزوریوں اور خصائل کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کی شخصیت کے نفسیاتی عوارض اور منفی کردار کے مختلف پہلوعیاں کرتی ہیں۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ کمزوریاں بیان کی گئی ہیں۔ انسانوں کا خالق ان کی بشری کمزوریوں، جبلی ناہمواریوں اور فطری کوتاہیوں کو خوب سمجھتا ہے، اسی باعث ان آیات میں محض ان کمزوریوں کا تذکرہ کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ان خرابیوں کے علاج اور عوارض کے مداوے پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ انسانی فطرت کے ان پہلوؤں کو قرآن مجید نے جس اسلوب میں بیان کیا ہے وہ ناقدانہ یا معاندانہ نہیں بلکہ ہمدردانہ اور ناصحانہ ہے۔ قرآنی اسلوب کی یہ خوبی اوّل سے آخر تک ایک سنجیدہ مطالعہ کرنے والے کو متاثر بھی کرتی ہے اور مسرور و مسحور بھی! یوں قرآن مجید نفس انسانی کی ایک تربیت گاہ یا ورکشاپ ہے جہاں نفس امارہ کے رذائل کو زائل کر کے نفس مطمئنہ کے خصائل وفضائل پیدا کیے جاتے ہیں۔

﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّىٰهَا ۝٧ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَىٰهَا ۝٨ قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّىٰهَا ۝٩ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّىٰهَا ۝١٠﴾

''اور قسم ہے (انسانی) نفس کی اور جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اس کی بدی اور اس کا تقویٰ اس پر الہام کیا۔ یقیناً فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور جس نے اسے

آلودہ کیا، یقیناً وہ ناکام ہوگیا۔''[1]

قرآن مجید کی آیاتِ بینات کا مطالعہ کرتے ہوئے اس کے قاری پر یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ معروف اور منکر، حلال اور حرام، ثواب اور گناہ، نیکی اور بدی، خیر اور شر، توحید اور کفر، ظلمت اور نور، ہدایت اور گمراہی کی اصلیت کیا ہے، ان ہر دو میں سے کسی ایک کو اپنانے کے کیا نتائج مرتب ہوتے ہیں اور کسی خرابی کو اختیار کرنے سے نفس انسانی میں کیا عوارض پیدا ہوتے ہیں اور اس کے انسانی شخصیت پر کیسے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ایک طرف اولیاء الرحمٰن کی صفات ہیں، جنھیں اختیار کرنے سے ایک فرد قرآن کا انسانِ مطلوب بن جاتا ہے۔ دوسری طرف اولیاء الشیطان کے رذائل ہیں، جن کو اپنانے کے نتیجے میں انسان اوجِ ثریا سے تحت الثریٰ میں اور احسن تقویم سے اسفل السافلین کی پستی میں جا گرتا ہے۔ یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ ہر انسان میں حق تعالیٰ نے ایک ایسی قوت تمیز اور قوتِ ادراک رکھی ہے جو ان ہر دو قوتوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے اور ان پر عمل کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ یہی اختیار کی قوت اس کی آزمائش کو جنم دیتی ہے۔ اسی قوتِ اختیار کے باعث اسے محاسبے کے ایک دائمی عمل سے گزرنا ہوگا۔ اس کے اعمال پر ایک میزان لگائی جائے گی اور اسے پل صراط کے مرحلے سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ حقیقت خوب جان لیجیے کہ اگر کوئی انسان نیکی اور تقویٰ کی راہ پر چلنا چاہے تو حق تعالیٰ اس میں اس کی مدد فرماتا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ جَٰهَدُوا۟ فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ﴾

''اور جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کریں ہم انھیں اپنے راستوں کی طرف ضرور رہنمائی کرتے ہیں۔''[2]

---

[1] الشمس 91:7-10 [2] العنکبوت 29:69

اس مفید کتاب کے نصف آخر میں ان انسانی اوصاف وفضائل کا تذکرہ ہے جنھیں اپنا کر ایک انسان اپنے خالق کا پسندیدہ کردار بن سکتا ہے۔ قرآنی آیات کے حوالے سے ایسے سب اوصاف کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، پھر انسانی صفات کے حوالے سے ان پسندیدہ اور ناپسندیدہ خصائل کا تذکرہ ہے جنھیں حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں کھول کر بیان کر دیا ہے۔ قرآن مجید میں صراط مستقیم پر چلنے والے متقین اور طاغوتی راہ اختیار کرنے والے منحرفین کا ایک موازنہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ یوں مصنف نے آئینۂ وحی میں انسانی کردار کی مثبت اور منفی اقدار اتنی وضاحت سے بتا دی ہیں کہ اگر کوئی ذی شعور فرد چاہے تو بڑی آسانی سے صراط مستقیم پر چلتے ہوئے اپنے رب کی منشا اور خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔ ہر وہ انسان جو خالق اکبر کے احکام کے تحت حق وانصاف کی سیدھی اور سچی راہ پر چلنا چاہتا ہے، اس کے لیے یہ مختصر مگر جامع کتاب مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ عربی زبان میں لکھی گئی اس مفید کتاب کا اردو ترجمہ محترم ڈاکٹر عبدالوہاب خلیل الرحمٰن صدیقی حفظہ اللہ نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ اس قدر سلاست، سادگی، روانی اور شگفتگی سے کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا اس کتاب کے مطالب سمجھنے میں کہیں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتا اور اپنے لیے عمل کی راہوں کو آسان اور ہموار محسوس کرتا ہے۔

ادارے نے اس کتاب کے نئے ایڈیشن میں اپنے مخصوص جمالیاتی ذوق طباعت کو ملحوظ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے پڑھنے اور راہ عزیمت پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

پروفیسر عبدالجبار شاکر

بیت الحکمت، لاہور۔

رجب 1427ء اگست 2006

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی خَلَقَ الْإِنْسَانَ، عَلَّمَهُ الْبَيَانَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنَامِ، وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الْكِرَامِ، وَعَلٰى مَنْ دَعَا بِدَعْوَتِهِ إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

امابعد! عصر حاضر میں زیادہ تر انسان، مادی امور کے متعلق جاننے اور معیشت کی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ انسان کے متعلق روحانی اور معنوی زاویے سے لکھا جائے جو اس کی سب سے اہم خصوصیت ہے اور بحث ومطالعہ کے زیادہ لائق ہے جبکہ مغرب کی کھوکھلی تہذیب کے علمبرداروں نے اسے مکمل طور پر فراموش کر دیا ہے۔ انھوں نے انسان کے مادی جسم کو وہی اہمیت دے رکھی ہے جو جانوروں کے جسم کو دی جاتی ہے۔

عام طور پر اس روحانیت کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے جس پر انسان کی آخرت کی زندگی کا انحصار ہے اور جس کا نقصان ایک دائمی نقصان ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ إِنَّ ٱلْخَٰسِرِينَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۗ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْخُسْرَانُ ٱلْمُبِينُ ﴿١٥﴾﴾

”آپ فرمادیں کہ بے شک خسارے میں وہی ہیں جو قیامت کے روز خود کو اور اپنے اہل وعیال کو خسارے میں ڈال دیں، خبردار! یہی کھلا خسارہ ہے۔“[1]

اسلام روحانیت کو بھرپور اہمیت دیتا ہے لیکن ساتھ ساتھ جسمانی امور کو بھی نظرانداز نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس کوشش کو عمل صالح اور محض اپنی رضا کے لیے بنائے۔ (آمین)

مؤلف

عبداللہ بن محمد المعتاز

---

[1] الزمر 15:39

باب 1

قرآن مجید میں مذکورہ انسان کی فطری صفات کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی عزت افزائی
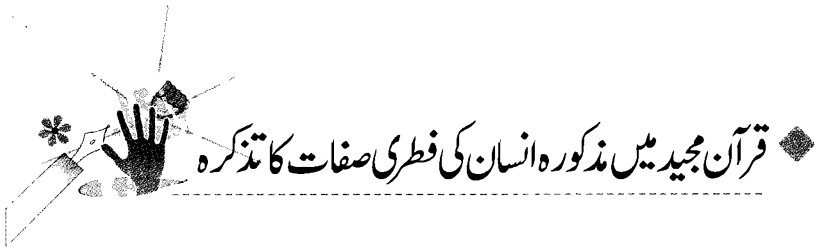
اللہ تعالیٰ نے انسان کو خصوصی اعزاز عطا فرمایا ہے۔ اسے خشکی اور سمندر پر مکمل اختیار دیا اور پاکیزہ رزق عطا فرمایا۔ اسے اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔ اس کے باپ آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا، انھیں اشیا کے نام سکھائے اور اپنی کشادہ جنت میں آباد کیا، پھر انسان کو زمین میں خلیفہ بنا کر بھیجا۔ اس کے پاس اپنے پیغمبر بھیجے جن پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں۔ اللہ ہی نے انسان کو زندگی دی اور اسے کان، آنکھیں اور دل عطا کیے۔ زمین کو اس کے لیے رہنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا۔ جانوروں کو اس کی غذا اور سواری بنایا جن کا دودھ وہ پیتا ہے اور ان کی اون اور بالوں سے لباس بناتا ہے۔ زمین کو اس کی نعمتوں سمیت پھیلایا اور پودے اور میوے اگانے کے لیے آسمان سے بارش برسائی، جس سے خشک اور بنجر زمین پھر سے زندہ اور شاداب ہو جاتی ہے۔ رات اس کے آرام کے لیے بنائی تو دن کام کے لیے بنایا۔ آفتاب و ماہتاب، ستاروں، سمندروں، دریاؤں وغیرہ کو اس کے لیے مسخر کیا اور خود اس پر محافظ فرشتے مقرر فرمائے جو شب و روز یکے بعد دیگرے اپنے فرائض انجام دیتے رہتے ہیں۔ اس کا ہر سوال پورا کیا اور اتنی نعمتیں عطا فرمائیں کہ انسان ان کا شمار نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے رحمٰن ورحیم اور شفیق ہے۔ وہ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ ءَادَمَ وَحَمَلْنَٰهُمْ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ

وَفَضَّلْنَٰهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿٧٠﴾

''ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو خشکی وتری میں سوار کیا اور انھیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوق پر انھیں فضیلت دی۔''①

مزید فرمایا:

﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِى ٱلْبَحْرِ بِأَمْرِهِۦ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلْأَنْهَٰرَ ﴿٣٢﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ ﴿٣٣﴾ وَءَاتَىٰكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِن تَعُدُّوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ لَا تُحْصُوهَآ ۗ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴿٣٤﴾﴾

''اللہ تعالیٰ ہی نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا اور آسمان سے پانی برسایا اور اس سے تمھارے رزق کے لیے پھل نکالے اور کشتیوں کو تمھارے لیے مسخر کیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلیں اور اس نے تمھارے لیے نہروں اور دریاؤں کو مسخر کیا۔ اور آفتاب و ماہتاب کو مسخر کیا جو برابر چلتے ہیں اور رات اور دن کو تمھارے لیے مسخر کیا اور تمھیں تمھاری ہر مانگی ہوئی چیز عطا کی اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کرسکو گے، بے شک انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے۔''②

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور آزمائش وامتحان کے لیے پیدا کیا ہے اور اس میں متضاد صفات پیدا کی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی ایک ایسی نشانی ہے جس میں کئی عبرتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ان کی معرفت اور ان میں تدبر و تفکر ہر مومن کے لیے ضروری ہے۔

---

① الإسراء 70:17

② إبراهيم 14:32-34

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَفِيٓ أَنفُسِكُمۡۚ أَفَلَا تُبۡصِرُونَ ۝٢١﴾

''اور خود تمھاری ذات میں بھی (نشانیاں ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں؟''[1]

اور یہ نشانیاں کیوں نہ ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر اپنی امانت پیش کی تو وہ اس سے ڈر گئے اور اسے اُٹھانے سے انکار کر دیا لیکن انسان نے جو سراسر ظالم اور نادان ہے، اسے اُٹھا لیا۔

عقل منداس بات سے کیوں نہ ڈرے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے احکام کا مکلّف بنا دیا جن پر عمل کر کے سرخرو ہو تو وہ ہمیشہ کی جنت میں داخل ہو گا اور ان کے انکار اور اپنے رب کی نافرمانی کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے آگ میں داخل کیا جائے گا اور دونوں جہانوں میں بدبخت ٹھہرے گا۔

کون سی آگ؟ یہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک پہنچے گی اور ان پر لمبے ستونوں میں بند ہو گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَاللّٰهِ! لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا، وَّمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ، وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُونَ إِلَى اللّٰهِ»

''اللہ کی قسم! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمھیں اس کا علم ہو جائے تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ اور بستروں پر اپنی بیویوں سے لذت حاصل نہ کرو۔ اور اللہ کی پناہ لینے کے لیے پہاڑوں کی طرف نکل جاؤ۔''[2]

---

[1] الذاریات 21:51

[2] جامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء فی قول النبیﷺ: لو تعلمون ما أعلم......، حدیث: 2312 وصحیح البخاری، "من أوله إلی كثيراً" حدیث: 1044

قرآن مجید میں مذکورہ انسان کی فطری صفات کا تذکرہ

یہ کمزور سا انسان جو زیادہ سردی، گرمی، دھوپ اور ہوا برداشت نہیں کر سکتا، اس کے بدن پر اسے ڈھانپنے کے لیے پر اور اون وغیرہ بھی نہیں۔ اگر اسے کوئی کانٹا چبھ جائے تو اس تکلیف سے رات بھر سو نہیں سکتا۔ آخر جہنم سے کیوں نہیں ڈرتا؟ اور اس دن کے لیے تیاری کیوں نہیں کرتا جس میں آنکھیں پتھرا جائیں گی؟ بے شک اس انسان کے معاملات اور اس کے احوال، اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور عبادت واطاعت سے اور اس کے حکم کی بجا آوری اور اس کی نافرمانی سے بچ کر ہی درست ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحی کو چھوڑ کر انسان کی اصلاح کے سلسلے میں جو بھی بات کی جائے اور اس کے لیے جو بھی سزا اور تعذیب کے دستور وقانون بنائے جائیں، اس کتاب حکیم کی پیروی کے بغیر اس کی اصلاح ہرگز نہیں ہو سکتی جو اس اللہ کی جانب سے نازل ہوئی ہے، جو جانتا ہے کہ انسان کی اصلاح کس چیز سے ہو گی اور بگاڑ کس چیز سے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٤﴾﴾

''کیا وہ نہیں جانتا جس نے (سب کو) پیدا کیا، حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے۔''[1]

اسلام ہی وہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو سدھارنے کے لیے پسند فرمایا ہے۔ اسی کو اپنا کر انسان، حیوانوں جیسی بے راہ روی ترک کر کے اللہ کی عبادت اور انسانی تہذیب کی طرف آ سکتا ہے اسی سے اسے دنیا کا فائدہ، آخرت کی نعمت اور دل کا سکون واطمینان میسر آ سکتا ہے۔

[1] الملك 67:14

انسان کی اہم ذمہ داری

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، اسی طرح اس پر ایک اہم ذمہ داری بھی عائد کی ہے اور وہ یہ کہ اسے ایک زبردست امانت کا مکلّف ٹھہرایا گیا ہے، وہ امانت جس کے اُٹھانے سے آسمان وزمین اور پہاڑ ڈر گئے لیکن انسان نے اسے اُٹھا لیا اور جب وہ ابھی اپنے باپ کی پشت میں تھا اسی وقت اس سے یہ اقرار لیا گیا کہ وہ اللہ ہی کی عبادت کرے گا اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائے گا۔ تاہم دوسری طرف شیطان کو اس کا دشمن بنایا جو اسے دھوکہ دیتا رہے گا اور اس کے لیے نافرمانیوں کو خوش نما بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعمال لکھنے کے لیے اس پر فرشتے مقرر کیے۔ آخرت کی زندگی میں جنت وجہنم بنائے۔ حساب وکتاب کے لیے ایک ایسا دن بنا دیا جو بہت ہولناک ہوگا۔ وہ دن ہمارے شمار کے مطابق ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اور میزان بنائی جس میں اس کے چھوٹے بڑے تمام اعمال تولے جائیں گے، خواہ وہ رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کے علاوہ اور بھی چیزیں بنائیں جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«وَاللّٰهِ! لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا ، وَّمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ ، وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُونَ إِلَى اللّٰهِ»

''واللہ! اگر تمھیں ان چیزوں کا علم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ اور بستروں پر اپنی بیویوں سے لذت حاصل نہ کرو اور اللہ کی پناہ لینے کے لیے پہاڑوں کی طرف نکل پڑو۔''[1]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا عَرَضْنَا ٱلْأَمَانَةَ عَلَى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱلْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا ٱلْإِنسَٰنُ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾﴾

''ہم نے امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انھوں نے اِسے اُٹھانے سے انکار کر دیا اور اِس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اُٹھا لیا، بے شک وہ بڑا ظالم و نادان ہے۔''[2]

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنۢ بَنِىٓ ءَادَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا۟ بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَآ ۛ أَن تَقُولُوا۟ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَٰفِلِينَ ﴿١٧٢﴾﴾

''اور یاد کرو جب تمھارے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی ذریت کو لیا اور انھیں خود ان کے اوپر گواہ بنایا کہ کیا میں تمھارا رب نہیں؟ سب نے کہا: ''کیوں نہیں!'' ہم گواہی دیتے ہیں۔ (اللہ نے فرمایا: یہ اس لیے) کہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھے۔''[3]

---

[1] جامع الترمذی، الزھد، باب ماجاء فی قول النبیﷺ: لو تعلمون ما أعلم......، حدیث: 2312 و صحیح البخاری، ''من أولہ إلی کثیراً'' حدیث: 1044

[2] الأحزاب 72:33 [3] الأعراف 172:7

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ قَالَ ءَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ﴿٦١﴾ قَالَ أَرَءَيْتَكَ هَٰذَا ٱلَّذِى كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ ٱذْهَبْ فَمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُورًا ﴿٦٣﴾ وَٱسْتَفْزِزْ مَنِ ٱسْتَطَعْتَ مِنْهُم بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَوْلَٰدِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾ إِنَّ عِبَادِى لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾﴾

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے کہا: کیا میں اُسے سجدہ کروں جسے تو نے خاک سے پیدا کیا؟ اس نے کہا: تو ہی بتا، تو نے جسے مجھ پر اعزاز دیا ہے اگر تو نے مجھے مہلت دی تو قیامت کے روز تک اس کی اولاد کو ہلاک کروں گا، مگر تھوڑوں کو چھوڑ کر۔ اللہ نے فرمایا: جا! ان میں سے جو شخص تیری پیروی کرے گا تو تم سب کا پورا پورا بدلہ جہنم ہے اور ان میں سے جسے بہکا سکے، اپنی آواز سے بہکا اور ان پر اپنے سوار اور پیادوں سے حملہ کر اور ان کے مال واولاد میں حصہ دار بن، اور ان سے وعدہ کر اور شیطان ان سے محض پُرفریب وعدہ کرتا ہے۔ بے شک میرے بندوں پر تیرا بس نہیں چلے گا اور تیرا رب، کارساز کافی ہے۔''[1]

[1] الإسراء 17:61-65

انسان اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہیں

دراصل سب انسانوں کا خالق ایک ہے اور وہ سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ کسی گورے کو کالے پر سرخ کو زرد پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ صرف تقویٰ ہی سے فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَـٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَـٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾﴾

''اے انسانو! ہم نے تمھیں ایک نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمھارے خاندان اور قبائل بنا دیے تا کہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے بڑھ کر (اللہ سے) ڈرتا ہو۔ بے شک اللہ بڑا جاننے والا اور خبردار ہے۔''[1]

ابلیس نے اس حقیقت سے انکار کیا۔ اس نے اس کے برعکس اصل اور نسل کو عزت کا معیار قرار دیتے ہوئے کہا:

﴿أَنَا۠ خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِى مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ ﴿١٢﴾﴾

---

[1] الحجرات 13:49

''میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے خاک سے۔''[1]

حسب نسب یا وطن کو عزت کا معیار سمجھنا یا باعث عزت قرار دینا شیطان کے پیروکاروں کا تو کام ہوسکتا ہے لیکن اہل ایمان کو زیب نہیں دیتا۔ بعض لوگ اپنے حسب نسب پر فخر کا لمبا چوڑا دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ یہ بات حقائق اور علم و حکمت کے سامنے بالکل بے بنیاد ہے اور جاہلیت کا واضح اظہار ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے خبردار کیا ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلٰى عَصَبِيَّةٍ، وَّلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ، وَّلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَّاتَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ»

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی دعوت دے، جو عصبیت کی بنا پر لڑے اور جس کی موت عصبیت پر ہو۔''[2]

ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ»

''انسانوں میں دو باتیں کفر ہیں۔ انساب میں طعنہ زنی کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔''[3]

نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ مِنْ جُثَا جَهَنَّمَ، قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! وَإِنْ صَامَ وَإِنْ صَلَّى؟ قَالَ " وَإِنْ صَامَ وَإِنْ صَلَّى

---

① الأعراف 12:7

② سنن أبي داود، الأدب، باب في العصبية، حديث :5121

③ صحيح مسلم، الإيمان، باب إطلاق اسم الكفر على الطعن، حديث : 67

وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ، فَادْعُوا الْمُسْلِمِينَ بِأَسْمَائِهِمْ بِمَا سَمَّاهُمُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ الْمُسْلِمِينَ الْمُؤْمِنِينَ عِبَادَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ»

''جو شخص جاہلیت کی پکار پکارے، وہ جہنم کا ڈھیر ہے۔'' لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگرچہ وہ روزے رکھتا اور نماز پڑھتا ہو۔آپ نے فرمایا: ''اگرچہ وہ روزے رکھتا، نماز پڑھتا ہو اور خود کو مسلمان سمجھتا ہو۔مسلمانوں کو ان ناموں سے پکارو جو اللہ نے ان کے نام رکھے ہیں (اور وہ یہ ہیں) مسلمین، مومنین اور عباد اللہ۔''[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے اور ایک شخص کے درمیان کچھ بات ہوئی۔اس کی ماں عجمی تھی، میں نے اس کی نسبت سے اس کو طعنہ دیا۔اس نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی تو آپ نے فرمایا:

«أَسَابَبْتَ فُلَانًا؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: أَفَنِلْتَ مِنْ أُمِّهِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ»

''کیا تو نے فلاں آدمی کو بُرا بھلا کہا ہے؟'' میں نے جواب دیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''تم نے اس کی ماں کی نسبت سے اسے طعنہ دیا ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''تم ایک ایسے شخص ہو جس میں جاہلیت ہے۔''[2]

ایک اور موقعے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ، مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَّفَاجِرٌ شَقِيٌّ»

---

① جامع الترمذی، الأدب، باب ماجاء فی مثل الصلاة......، حدیث: 2863 و مسند أحمد: 130/4

② صحیح البخاری، الأدب، باب ما ینھی من السباب و اللعن، حدیث: 6050

”اللہ نے تم سے جاہلیت کا تعصب اور باپ دادے پر فخر مٹا دیا ہے۔ (لوگ دو طرح کے ہیں) پرہیز گار مومن اور بدبخت بدکار۔“ ①

لٰہذا ان ارشادات نبوی اور واقعات کی روشنی میں دیکھا جائے تو حسب نسب کے بجائے تقویٰ کے سوا فخر کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾﴾

”بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہو۔“ ②

اور امام احمد رحمہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا:

«يَاأَيُّهَا النَّاسُ! أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَّإِنَّ أَبَاكُمْ وَّاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَّلَا أَحْمَرَ عَلٰى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلٰى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى»

”اے لوگو! خبردار! بے شک تمھارا رب ایک ہے اور تمھارا باپ بھی ایک ہے۔ خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی سرخ کو کالے پر اور کسی کالے کو سرخ پر تقویٰ ہی کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔“ ③

دشمنان اسلام مسلمانوں میں فرقہ بندیاں پیدا کر کے ان کی صفوں میں نااتفاقی، عداوت اور دشمنی کی تخم ریزی کر رہے ہیں لیکن اسلامی بیداری ان شاء اللہ اسے مٹا کر رکھ دے گی کیونکہ مسلمان آپس کی محبت و ہمدردی میں ایک جسم کے مانند ہیں، جسم کے کسی عضو کو تکلیف پہنچے تو

---

① سنن أبی داود، الأدب، باب فی التفاخر بالأحساب، حدیث : 5116

② الحجرات 13:49

③ مسند أحمد : 411/5

پورا بدن بیداری اور بخار میں اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ ابوتمام شاعر نے کہا ہے:

أَوَ يَفْتَرِقْ نَسَبٌ يُّؤَلِّفُ بَيْنَنَا

أُدَبٌ أَقَمْنَاهُ مَقَامَ الْوَالِدِ

''کیا وہ رشتہ ٹوٹ سکتا ہے، جسے ایسے ادب (دین) نے ہمارے درمیان جوڑا ہے جسے ہم نے باپ کے درجے میں رکھا ہے؟''

اور ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے:

لَعَمْرِی مَا الْإِنْسَانُ إِلَّا بِدِينِهِ

فَلَا تَتْرُكِ التَّقْوَى اتِّكَالًا عَلَى النَّسَبِ

فَقَدْ رَفَعَ الْإِسْلَامُ سَلْمَانَ فَارِسٍ

وَقَدْ وَضَعَ الشِّرْكُ الشَّرِيفَ أَبَا لَهَبِ

''میری عمر کی قسم! انسان کی شان اپنے دین کی وجہ سے ہے، لہٰذا نسب پر بھروسا کر کے تقویٰ نہ چھوڑو کیونکہ اسلام نے سلمان فارسی کو بلند کر دیا ہے اور شرک نے خاندانی ابولہب کو پست کر دیا ہے۔''

لوگ انسانی صفات میں مختلف ہیں

لوگوں میں سیرت وصفات کے لحاظ سے بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے۔ اس حوالے سے ان میں مشرق ومغرب کا فاصلہ ہے کیونکہ اللہ سبحانہ نے اہل ایمان وعلم کے درجات کو بلند کیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

﴿يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ﴾

''اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیے گئے ہیں کئی درجے بلند کردے گا۔''[1]

انسان کو کسی ایسی چیز پر سزا نہیں دی جاتی جو اس کے بس میں نہیں ہے، جیسے سفیدی، سیاہی، لمبائی، چھوٹائی، خوبصورتی، بدصورتی اور نسب وغیرہ؟ بلکہ اسے ثواب یا عذاب ایسے کام پر دیا جاتا ہے جو اس کے کسب وکمال اور اعمال وافعال کے مطابق اور دائرہ اختیار میں ہو، جیسا کہ مختلف صفات اور عادات وکردار پر، مثال کے طور پر سچائی پر ثواب اور جھوٹ پر عذاب دیا جاتا ہے۔ اسی پر دیگر صفات کو قیاس کر لیں۔ اللہ تعالیٰ انصاف کی جس صفت سے متصف ہے وہ یہ نہیں ہے کہ مومنوں اور بدکاروں، پرہیزگاروں اور نافرمانوں کو ایک ہی درجے میں رکھ دے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] المجادلة 11:58

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾

''کیا جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے دونوں برابر ہو جائیں گے؟''[1]

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ﴾

''کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں یا تاریکیاں اور نور برابر ہو سکتے ہیں؟''[2]

نیز فرمایا:

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾﴾

''اندھا اور بینا برابر نہیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور بدکردار برابر نہیں۔ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔''[3]

اور فرمایا ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾

''اہل جہنم اور اہل جنت برابر نہیں ہو سکتے، اہل جنت ہی کامیاب ہیں۔''[4]

اور فرمایا:

﴿لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٩٥﴾

---

① الزمر 9:39 ② الرعد 16:13

③ المؤمن 58:40 ④ الحشر 20:59

دَرَجَٰتٖ مِّنۡهُ وَمَغۡفِرَةٗ وَرَحۡمَةٗۚ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورٗا رَّحِيمًا ﴿٩٦﴾

''مومنوں میں سے جو بغیر عذر بیٹھ رہتے ہیں اور وہ مجاہدین جو اللہ کی راہ میں جان اور مال سے جہاد کرتے ہیں، برابر نہیں۔ اللہ نے جان و مال سے جہاد کرنے والے مجاہدین فی سبیل اللہ کو ان لوگوں پر، جو بیٹھ رہتے ہیں، ایک درجہ فضیلت دی ہے اور اللہ نے ہر ایک سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ نے مجاہدین کو ان پر جو بیٹھ رہتے ہیں بڑے ثواب اور اپنی جانب سے رتبوں اور مغفرت ورحمت سے فضیلت دی ہے اور اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''[1]

اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس کی کئی مثالیں بیان فرمائی ہیں جیسے:

﴿وَضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلٗا رَّجُلَيۡنِ أَحَدُهُمَآ أَبۡكَمُ لَا يَقۡدِرُ عَلَىٰ شَيۡءٖ وَهُوَ كَلٌّ عَلَىٰ مَوۡلَىٰهُ أَيۡنَمَا يُوَجِّههُّ لَا يَأۡتِ بِخَيۡرٍ هَلۡ يَسۡتَوِي هُوَ وَمَن يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ ﴿٧٦﴾﴾

''اور اللہ نے دو اشخاص کی مثال دی ہے۔ ایک گونگا جو کچھ بھی نہیں کہہ سکتا اور وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے، وہ اسے جدھر بھیجتا ہے کوئی اچھائی نہیں لاتا تو کیا وہ اور ایسا شخص برابر ہو جائے گا جو انصاف کا حکم دیتا ہو اور سیدھے راستے پر ہو۔''[2]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا عَبۡدٗا مَّمۡلُوكٗا لَّا يَقۡدِرُ عَلَىٰ شَيۡءٖ وَمَن رَّزَقۡنَٰهُ مِنَّا رِزۡقًا حَسَنٗا فَهُوَ يُنفِقُ مِنۡهُ سِرّٗا وَجَهۡرًاۖ هَلۡ يَسۡتَوُۥنَۚ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِۚ بَلۡ أَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُونَ ﴿٧٥﴾﴾

---

[1] النساء 4:95-96 [2] النحل 16:76

’’اللہ نے ایک غلام بندے کی مثال دی ہے جو کچھ بھی نہیں کر سکتا اور ایک وہ شخص ہے جسے ہم نے اچھا رزق دیا ہے جس میں سے وہ پوشیدہ اور علانیہ صرف کرتا ہے تو کیا دونوں برابر ہو جائیں گے؟ تمام حمد اللہ ہی کیلئے ہے بلکہ اکثر لوگ (یہ واضح حقیقت بھی) نہیں جانتے۔‘‘[1]

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ﴾

’’آپ فرما دیں کہ ناپاک اور پاکیزہ برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ ناپاک کی کثرت تمھیں بھلی لگے۔‘‘[2]

نیز فرمایا:

﴿أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾﴾

’’کیا ہم مسلمانوں کو گناہ گاروں جیسا بنا دیں گے۔ تمھیں کیا ہو گیا؟ کیسا فیصلہ کر رہے ہو!‘‘[3]

قرآن پاک میں بہت سی آیتیں ہیں جو بتا رہی ہیں کہ ان اوصاف کے علاوہ بھی انسان کے مختلف اوصاف ہیں۔ کچھ لوگ اللہ کی بہترین مخلوق ہیں جن میں محمد ﷺ ہیں اور کچھ اتنے پست ہیں کہ جانوروں سے بھی بدتر ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾﴾

’’یقیناً بدترین جانور اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو کافر ہو گئے اور ایمان نہیں لاتے۔‘‘[4]

---

[1] النحل 75:16 [2] المائدة 100:5 [3] القلم 68:35-36 [4] الأنفال 55:8

اور فرمایا:

﴿إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَٰمِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾﴾

''وہ تو محض چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں۔''[1]

[1] الفرقان 44:25

قرآن پاک میں مذکور انسانی اوصاف

اب ہم قرآن مجید میں بیان کردہ انسان کی ان پندرہ صفات اور کمزوریوں کا ذکر کرتے ہیں جو انسانوں میں عام طور پر پائی جاتی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ جس شخص کو اپنے احکام کی پیروی اور اپنے رسول ﷺ کی سیرت کے ذریعے سے ہدایت کی توفیق دے اور اس کے نفس کی تادیب وتعلیم اور تہذیب کے ذریعے سے حفاظت فرمائے، وہ ان خامیوں اور کوتاہیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

کمزوری

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَخُلِقَ ٱلْإِنسَـٰنُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾﴾

''اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔''[1]

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْيَنظُرِ ٱلْإِنسَـٰنُ مِمَّ خُلِقَ ﴿٥﴾ خُلِقَ مِن مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿٦﴾ يَخْرُجُ مِنۢ بَيْنِ ٱلصُّلْبِ وَٱلتَّرَآئِبِ

---

[1] النسآء 28:4

﴿ إِنَّهُۥ عَلَىٰ رَجۡعِهِۦ لَقَادِرٞ ٨ يَوۡمَ تُبۡلَى ٱلسَّرَآئِرُ ٩ فَمَا لَهُۥ مِن قُوَّةٖ وَلَا نَاصِرٖ ١٠ ﴾

''انسان دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا جو پشت اور سینے (کی ہڈیوں) کے درمیان سے نکلتا ہے، بے شک وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے، جس دن راز کھولے جائیں گے اس دن اس کا کوئی زور اور کوئی مددگار نہ ہوگا۔''[1]

یقیناً انسان اتنا کمزور ہے کہ اپنے نفع ونقصان، موت وحیات اور دوبارہ زندہ ہونے پر قدرت نہیں رکھتا۔ اگر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو وہ اپنے اردگرد موجود خوفناک قوتوں اور زبردست خطرات، یعنی جانوروں، زہریلے کیڑوں مکوڑوں اور ان مخلوقات کے ساتھ جنھیں اللہ ہی جانتا ہے، روئے زمین پر زندہ نہ رہ سکتا۔

یقیناً یہ انسان جو مخلوط منی سے پیدا ہوا ہے اتنا کمزور ہے کہ اگر اس کے بدن میں کانٹا چبھ جائے یا ذرا سا زخم ہو جائے تو رات بھر سو نہیں سکتا۔ اگر اس پر اللہ کا کوئی ہلکا سا عذاب بھی نازل ہو جائے تو اسے سکون وقرار اور خاطر جمع نصیب نہ ہو۔ یہ جسمانی حیثیت میں بھی سب سے کمزور ہے۔ اگر جراثیم جو آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے اس پر غالب آ جائیں تو اس کی طاقت برباد کر دیں اور اگر مکھی اس سے کوئی چیز چھین لے تو وہ واپس نہ لے سکے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَإِن يَسۡلُبۡهُمُ ٱلذُّبَابُ شَيۡـٔٗا لَّا يَسۡتَنقِذُوهُ مِنۡهُۚ ضَعُفَ ٱلطَّالِبُ وَٱلۡمَطۡلُوبُ ٧٣﴾

''اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے تو اس سے چھڑا (نکال) نہ سکیں، طالب اور مطلوب دونوں ہی کمزور ہیں۔''[2]

---

[1] الطارق 86:5-10 [2] الحج 73:22

کسی شاعر نے کہا ہے:

نَسِيَ الطِّينُ سَاعَةً أَنَّهُ طِينٌ حَقِيرٌ

فَصَالَ تِيهًا وَعِزْ بِدًا

وَكُسِيَ الْخَزَّ جِسْمُهُ فَتَبَاهٰى

وَحَوَى الْمَالَ كِيسُهُ فَتَمَرَّدَا

أَنْتَ مِثْلِي يَهِشُّ وَجْهُكَ لِلنُّعْمٰى

وَفِي حَالَةِ الْمُصِيبَةِ يَكْمَدُ

خاک نے جب یہ فراموش کر دیا کہ وہ حقیر خاک ہے تو شرارت اور تکبر کرنے لگی۔ اور اس کے بدن کو ریشم پہنایا گیا تو اترانے لگی اور اس کی جیب میں مال آ گیا تو سرکش ہونے لگی۔

اے خاک! تو مجھ جیسی ہے کہ نعمت کی وجہ سے تیرا چہرہ شاداں اور مصیبت کی حالت میں وہ بے رونق ہو جاتا ہے۔

ناامیدی، خوشی، فخر اور اسراف

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَئِنْ أَذَقْنَا ٱلْإِنسَٰنَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَٰهَا مِنْهُ إِنَّهُۥ لَيَـُٔوسٌ كَفُورٌ ۝٩ وَلَئِنْ أَذَقْنَٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ ٱلسَّيِّـَٔاتُ عَنِّىٓ إِنَّهُۥ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ۝١٠﴾

''اور اگر ہم انسان کو اپنی کوئی رحمت چکھاتے ہیں پھر اسے اس سے چھین لیتے ہیں تو

وہ ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر ہم اسے پریشانی کے بعد نعمت چکھاتے ہیں تو وہ ضرور کہتا ہے کہ میری پریشانیاں دور ہو گئیں یقیناً وہ اترانے اور فخر کرنے لگتا ہے۔“[1]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَـٰنَ ٱلضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۢبِهِۦٓ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُۥ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَآ إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُۥ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٢﴾﴾

”اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے، بیٹھے اور کھڑے (ہر حالت میں) ہم کو پکارتا ہے اور جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو ایسے گزر جاتا ہے جیسے اس نے ہمیں کسی تکلیف میں پکارا ہی نہ ہو، ایسے ہی اسراف پسندوں کے عمل ان کے لیے خوش نما بنا دیے جاتے ہیں۔“[2]

اور ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا مَسَّهُ ٱلشَّرُّ كَانَ يَـُٔوسًا ﴿٨٣﴾﴾

”اور جب اسے پریشانی ہو تو مایوس ہو جاتا ہے۔“[3]

اور فرمایا:

﴿وَإِذَآ أَذَقْنَا ٱلنَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا۟ بِهَا ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿٣٦﴾﴾

”اور جب ہم لوگوں کو اپنی کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو اس کی وجہ سے وہ اِترانے لگتے ہیں اور اگر اپنے کرتوتوں کی وجہ سے انھیں ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو یکایک وہ ناامید

---

[1] هود 11:9-10

[2] يونس 10:12 [3] الإسراء 17:83

ہو جاتے ہیں۔"[1]

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا مَسَّ ٱلنَّاسَ ضُرٌّ دَعَوۡاْ رَبَّهُم مُّنِيبِينَ إِلَيۡهِ ثُمَّ إِذَآ أَذَاقَهُم مِّنۡهُ رَحۡمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنۡهُم بِرَبِّهِمۡ يُشۡرِكُونَ ۝٣٣﴾

"اور جب انسانوں کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف توجہ دے کر اسے پکارتے ہیں پھر جب وہ انھیں اپنی کوئی رحمت چکھا دیتا ہے تو یکا یک ان کا ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔"[2]

اکثر اوقات انسان پل بھر میں نا امید ہو جاتا ہے اور محض نعمت کے چھن جانے سے اللہ تعالیٰ کی ناشکری پر اُتر آتا ہے اور آسائش کی حالت میں اِترانے لگتا ہے۔ کسی مشکل کو برداشت کرتا ہے نہ کسی تکلیف پر صبر کرتا ہے اور نہ اس کے دور ہونے کی امید رکھتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ انسان کو نعمت دیتا ہے تو وہ اس کے زوال کے بارے میں نہیں سوچتا اور مغرور بن کر اکڑتا ہے۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جنھوں نے اپنے نفس کی تربیت، صبر اور نیک اعمال کے ذریعے سے کی، مشکلات کو برداشت کیا اور اللہ کی عطا کی ہوئی نعمت کا شکر ادا کیا ہے۔

انسان کی عام صفت جیسا کہ بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ وہ تکلیف آنے پر نا امید ہو جاتا ہے اور نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے۔ راحت و آرام ملنے پر خوش ہوتا، تکبر کرتا اور شرارت اور اسراف پر اُتر آتا ہے۔ غرض وہ ہر چیز میں حدود سے تجاوز کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم اپنے نفس کی تربیت ایسے کریں کہ زیادہ خوش ہوں نہ حد سے زیادہ نا اُمید۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٖ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَا فِيٓ أَنفُسِكُمۡ إِلَّا فِي كِتَٰبٖ مِّن

---

[1] الروم 36:30 [2] الروم 33:30

قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَآ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا۟ عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا۟ بِمَآ ءَاتَىٰكُمْ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿٢٣﴾ ﴾

”جو بھی مصیبت زمین میں یا تمھاری جانوں پر آتی ہے وہ اس کے پیدا ہونے سے پہلے ایک کتاب میں محفوظ ہے، بے شک یہ اللہ پر آسان ہے، تاکہ تم سے جو چیز چھن جائے اس پر افسوس نہ کرو اور جو (چیز) تمھیں دے اس پر نہ اِتراؤ اور اللہ کسی بھی خود پسند، مغرور کو قطعاً پسند نہیں فرماتا۔“[1]

ظلم اور ناشکرا پن

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴿٣٤﴾ ﴾

”بے شک انسان بڑا ظالم، ناشکرا ہے۔“[2]

اور فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ ﴾

”بے شک انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے۔“[3]

اور اس کا ارشاد ہے:

﴿ قُتِلَ ٱلْإِنسَٰنُ مَآ أَكْفَرَهُۥ ﴿١٧﴾ ﴾

”انسان ہلاک ہو وہ کتنا ناشکرا ہے۔“[4]

---

① الحدید 57:22-23 ② إبراھیم 14:34

③ الزخرف 43:15 ④ عبس 80:17

کفر اور ظلم انسان کی پائیدار صفت ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کی توفیق نہیں دیتا وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا اور اس وقت تک اپنے اوپر اور دوسروں پر ظلم کرتا رہتا ہے جب تک اپنے نفس کو اسلام کے احکامات اور محاسن کے مطابق درست نہیں کر لیتا۔

انسان جب خود کو مال دار اور طاقت ور پاتا ہے تو دوسروں پر ظلم و زیادتی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظلم کرنا اس کی خاص صفت بتائی گئی ہے اور اسی لیے نماز میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی جاتی ہے:

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ»

''اے اللہ! میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں ہے، تو اپنی طرف سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر۔ یقیناً تو بخشنے والا مہربان ہے۔''[1]

اور زیادہ تر لوگ اپنے رب کے نافرمان اور اس کے دین سے بیزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي ٱلْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١١٦﴾﴾

''اور اگر آپ روئے زمین کے زیادہ تر لوگوں کے پیچھے چلیں گے تو وہ آپ کو اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں گے، وہ تو گمان ہی کے پیچھے چلتے اور محض قیاس آرائی کرتے ہیں۔''[2]

---

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب الدعاء قبل السلام، حديث:834

[2] الأنعام 116:6

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَآ أَكۡثَرُ ٱلنَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِينَ ١٠٣﴾

''اور اگر آپ چاہیں تو بھی زیادہ تر لوگ مومن نہیں ہوں گے۔''①

صحیح مومنوں کی تعداد کافروں کی نسبت سیاہ بیل کے بدن پر سفید بالوں جیسی ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا أَنْتُمْ فِي النَّاسِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ ثَوْرٍ أَبْيَضَ أَوْ كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءَ فِي جِلْدِ ثَوْرٍ أَسْوَدَ»

''تم لوگوں میں اس طرح ہو جیسے سفید بیل کی جلد میں سیاہ بال ہوتے ہیں یا سیاہ بیل کی جلد میں سفید بال ہوتے ہیں۔''②

نیز فرمایا:

«مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِينَ»

''ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے آدمی (جہنم میں جائیں گے)۔''③

ہم اللہ سے سچائی اور ہدایت پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے ہیں۔

لڑائی اور تکرار

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

① یوسف 103:12

② صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قصة یأجوج و مأجوج، حدیث:3348

③ صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قصة یأجوج و مأجوج، حدیث:3348 وصحیح مسلم، الفتن، باب فی خروج الدجال......،حدیث:2940

﴿خَلَقَ ٱلْإِنسَـٰنَ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۝٤﴾

''اس (اللہ) نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا تو وہ یکایک جھگڑالو بن بیٹھا۔''[1]

مزید ارشاد فرمایا:

﴿وَكَانَ ٱلْإِنسَـٰنُ أَكْثَرَ شَىْءٍ جَدَلًا ۝٥٤﴾

''اور انسان سب سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔''[2]

بے شک حقیر نطفے سے پیدا کی گئی یہ مخلوق یکایک اپنی فطرت کو بدل لیتی ہے اور جھگڑالو بن جاتی ہے۔ یہ اپنے اس رب سے جھگڑتی ہے جس نے اسے عدم سے وجود بخشا، اس میں جان پیدا کی اور اس کے کان، آنکھیں اور دل بنائے۔ یہ بلاوجہ اللہ کے وجود اور اس کی الوہیت کے بارے میں جھگڑتی ہے۔ آخر یہ ہے کون جو علم وہدایت اور روشن کتاب کی رہنمائی سے منہ موڑے اور اللہ کے بارے میں جھگڑا کرے؟

انسان! جیسا کہ علیم وخبیر اللہ نے بیان فرمایا ہے، سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی مخلوقات پیدا کی ہیں، وہ سب اس سے کم جھگڑالو ہیں اور یہ اس کے لیے بڑی باعث شرم بات ہے اس لیے انسان کو اپنے غرور وتکبر سے باز آجانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سمجھانے کے لیے مثالیں بیان کیں، لیکن گمراہ لوگ سچائی کے ظاہر ہو جانے کے باوجود اس کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ جو انسان اس بدترین اخلاقی بیماری کا علاج نہ کرے اور شفا بخش دوا سے اس کا ازالہ نہ کرے، تو وہ یقیناً بدنصیب ہے۔

لڑائی اور جھگڑا منافقوں کی خصوصیت ہے۔ وہ اپنے جھگڑوں میں بدزبانیاں کرتے ہیں۔ حدیث میں ان کی یہ صفت آئی ہے:

«وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ»

---

[1] النحل 4:16 [2] الکھف 54:18

"جب وہ جھگڑتا ہے تو بدزبانی کرتا ہے۔"[1]

لیکن مسلمان کے لیے لازم ہے کہ مخالفوں سے بھی بحث وتکرار کرے تو اچھائی کے ساتھ کرے اور لہجہ مناسب رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾

"اپنے رب کی طرف حکمت اور بہتر نصیحت کے ذریعے سے دعوت دو اور ان سے ایسے انداز سے جھگڑو (بحث کرو) جو بہترین ہو۔"[2]

عجلت پسندی اور جلد بازی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا ﴿١١﴾﴾

"اور انسان بہت جلد باز ہے۔"[3]

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۚ سَأُورِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿٣٧﴾﴾

"انسان جلد بازی (کے خمیر) سے پیدا کیا گیا ہے۔ میں جلد تمھیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا، لہٰذا مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔"[4]

بے شک انسان بہت جلد باز ہے۔ وہ کاموں کے انجام کو نہیں جانتا۔ وہ برائی کے

---

① صحیح البخاری، الإیمان، باب علامات النفاق، حدیث:34 و صحیح مسلم، الإیمان، باب خصال المنافق، حدیث:58

② النحل 125:16 ③ الإسراء 11:17 ④ الأنبياء 37:21

لیے جلد بازی کرتا ہے اور نادانی سے اپنا ہی بُرا کر ڈالتا ہے۔ وہ اپنے سرکش نفس کو لگام نہیں دے پاتا اور اپنی خواہش نفس کے لیے جلد بازی کرتا ہے لیکن مومن پُرسکون و مطمئن رہتا ہے اور اپنے رب پر بھروسا کرتا ہے۔ بلاشبہ بردباری اور طبیعت کا ٹھہراؤ شرفا کی صفت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عبدالقیس کے وفد کے سردار سے فرمایا:

«إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ : اَلْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ»

''تمھارے اندر دو ایسی عادتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے: بردباری اور طبیعت میں ٹھہراؤ۔''[1]

بردباری اور ثبات ان عقل مندوں کی صفت ہے جن کے پاس ایسے تمام امور کو سلجھانے کی صلاحیت ہوتی ہے جو کم عقل اور بے صبروں کے پاس نہیں ہوتی۔ بے صبر شخص نتیجے کا انتظار نہیں کرتا کیونکہ اس کا دل بڑے کاموں کو برداشت کرتا ہے نہ کسی بات پر صبر کر پاتا ہے۔ وہ بہت جلد بھڑک اٹھتا ہے اور وقت سے پہلے ہی نتیجے کے لیے جلد بازی کرتا ہے۔

بخل اور کنجوسی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُل لَّوْ أَنتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيٓ إِذًا لَّأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ ٱلْإِنفَاقِ ۚ وَكَانَ ٱلْإِنسَـٰنُ قَتُورًا ﴿١٠٠﴾﴾

''آپ فرما دیں کہ اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہو جاؤ تو بھی خرچ ہو جانے کے خوف سے اسے روکے رکھو گے اور انسان بڑا کنجوس ہے۔''[2]

[1] صحیح مسلم، الإیمان، باب الأمر بالإیمان باللّٰہ......، حدیث:18،17.

[2] الإسراء 17:100

بے شک اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت، اس کا فضلِ عظیم، آسمان وزمین کی بادشاہت اور دولت کے خزانے بھی اگر انسان کے ہاتھ میں آ جائیں تو بھی وہ کنجوسی کرے گا۔ اسے خدشہ لاحق رہے گا کہ کہیں یہ صرف نہ ہو جائیں۔ وہ ہوس کی وجہ سے انھیں دبا کر رکھے گا۔

انسان کنجوس اور بخیل ہے لیکن جس نے اپنے زائد از ضرورت مال کی سخاوت، ہمدردی اور خیر خواہی پر تربیت پائی ہو اور اسے عادت بنا لیا ہو وہ بخل اور کنجوسی جیسی بُری عادات اور رذائل سے محفوظ رہتا ہے۔ سخاوت، حسن سلوک اور ہمدردی اللہ کی محبوب صفات ہیں۔ وہ اہلِ سخاوت کو دوست رکھتا اور بخل کو چھوڑ دینے کی دعوت دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿٢٣﴾ ٱلَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلْبُخْلِ ۗ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْغَنِيُّ ٱلْحَمِيدُ ﴿٢٤﴾ ﴾

''اور اللہ ہر اِترانے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا وہ لوگ جو بخل کرتے اور دوسروں کو (بھی) بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو پیٹھ پھیرنے والا ہے، بے شک اللہ بے نیاز، سزاوارِ حمد وثنا ہے۔''[1]

لہٰذا سخی، اللہ اور لوگوں کا پیارا ہوتا ہے، جبکہ بخیل، اللہ اور لوگوں کے نزدیک ناپسندیدہ ٹھہرتا ہے۔

جہالت اور نادانی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّا عَرَضْنَا ٱلْأَمَانَةَ عَلَى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱلْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا ٱلْإِنسَٰنُ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾ ﴾

---

[1] الحديد 57:23-24

’’ہم نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش کی تو انھوں نے اسے اُٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اُٹھا لیا بے شک وہ بڑا ظالم، نادان ہے۔‘‘[1]

یہ ایک اہم ذمہ داری ہے جسے انسان نے اپنے شانوں پر اُٹھا لیا ہے۔ یہ ایسی امانت ہے جسے اُٹھانے سے آسمان وزمین اور پہاڑ ڈر گئے اور انھوں نے اسے انجام دینے سے انکار کر دیا۔ لیکن کمزور، نادان، کم علم، کم فہم، کوتاہ قامت اور جذبات وخواہشات اور حرص وہوس سے پُر انسان نے یہ خطرہ مول لیا اور اس بھاری اور اہم ذمہ داری کو اپنے کمزور کندھوں پر اُٹھا لیا۔

اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ وہ اپنی سکت اور طاقت کے بارے میں جہالت اور کم علمی کا شکار رہا۔ خود ہی یہ بھاری ذمہ داری اپنے ارادے اور رضا ورغبت سے اُٹھالی۔ اب اگر وہ اس کے تقاضے پورے کرے تو عزت افزائی اور ہمیشہ کی نعمتوں کا اہل ہوگا لیکن اگر اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے سے کوتاہی کرے اور امانت کے تقاضے پورے نہ کرے تو اس کے لیے دردناک عذاب کی وجہ سے ہلاکت ہے۔ یہ ہلاکت آسمانوں اور زمین کے زبردست مالک کے غضب کی وجہ سے ہوگی کیونکہ اس نے اس امانت میں خیانت کی، جس کا بار اس نے خود اپنے اوپر اپنی پسند سے ڈالا تھا۔ یہ زبردست ذمہ داری اور اہم امانت اُٹھانا انسان کی بڑی نادانی اور اندھا پن تھا، اسی لیے اسے بڑا ظالم اور نادان قرار دیا گیا۔

خطا اور نسیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَـٰنَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُۥ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُۥ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِىَ مَا

[1] الأحزاب 72:33

كَانَ يَدْعُوٓا۟ إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِۦ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَـٰبِ ٱلنَّارِ ﴿٨﴾

”جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو توجہ اور یکسوئی سے پکارتا ہے لیکن جب وہ (رب) اسے اپنی کسی نعمت سے نواز دیتا ہے تو جس (تکلیف) کے لیے وہ پہلے پکارتا تھا اس کو فراموش کر دیتا ہے اور اللہ کے شریک بنانے لگتا ہے تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کرے۔ آپ فرما دیں کہ اپنے کفر کا تھوڑا سا فائدہ اُٹھا لے، بے شک تو جہنم والوں میں سے ہے۔“[1]

نیز اس کا ارشاد ہے:

﴿فَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَـٰنَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَـٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَآ أُوتِيتُهُۥ عَلَىٰ عِلْمٍۭ ۚ بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٩﴾﴾

”جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اسے اپنی کوئی نعمت دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ میں نے اسے علم کی بدولت حاصل کیا ہے حالانکہ یہ ایک آزمائش ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔“[2]

اس کا یہ بھی ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ ءَادَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا ﴿١١٥﴾﴾

”اور اس سے پہلے ہم نے آدم سے اقرار لیا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہیں پایا۔“[3]

بے شک بھول چوک اور نسیان انسان کی فطرت و سرشت میں داخل ہے۔ اگرچہ یہ خاصیت اس لحاظ سے انسان کے لیے ایک نعمت ہے کہ اس کے افکار و مصائب کو فراموش کرا دیتی ہے

---

[1] الزمر 8:39 [2] الزمر 49:39 [3] طٰہٰ 115:20

اوران کی یاد نہیں آنے دیتی لیکن اگر وہ اپنے اقرار کو فراموش کردے اور اس وعدے کی وفا نہ کرے جو اس سے لیا گیا ہے تو اس کے لیے ایک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی عبادت کرنے اور شرک نہ کرنے کا اقرار لیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے، اپنی کتاب کو بیان کرنے اور لوگوں سے اسے نہ چھپانے کا عہد و پیان لیا تھا۔ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو نیک اعمال کا پابند بن جاتا ہے اور اپنے رب کو مشکل وقت میں یاد کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اسے کسی نعمت سے نوازتا ہے تو وہ پھر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جاتا اور اپنی دعاؤں اور فریادوں کو فراموش کر دیتا ہے۔ وہ دوبارہ اپنے نفس اور خواہش کا بندہ بن جاتا ہے۔ مشکل میں اپنے رب کو پکارنا اور رونا انسان کی ایسی فطرت ہے جو صرف مصیبت کے وقت ظاہر ہوتی ہے، اس لیے پائیدار نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ ءَادَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا۟ بَلَىٰ شَهِدْنَآ ۛ أَن تَقُولُوا۟ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَـٰذَا غَـٰفِلِينَ ﴿١٧٢﴾﴾

”اور اس وقت کو یاد کرو جب تمھارے رب نے بنو آدم (انسانوں) کی پشت سے ان کی ذریت کو لیا اور انھیں خود ان کے اوپر گواہ بنایا کہ کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں! ہم گواہی دیتے ہیں (یہ عہد اس لیے لیا گیا) کہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل رہ گئے۔“[1]

مزید فرمایا:

﴿وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَـٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُۥ فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَٱشْتَرَوْا۟ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿١٨٧﴾﴾

---

[1] الأعراف 172:7

”اور اس وقت کو یاد کرو جب اللہ نے ان سے پختہ عہد لیا جنھیں کتاب دی گئی کہ تم لوگوں کے لیے اسے ضرور بیان کرو گے اور چھپاؤ گے نہیں تو انھوں نے اسے پس پشت ڈال دیا اور اس کے عوض تھوڑی قیمت (والی چیز) خرید لی تو وہ کیا ہی بری چیز خرید رہے ہیں۔“[1]

قارون نے دعویٰ کیا تھا کہ مجھے اپنے علم کی بدولت مال حاصل ہوا ہے۔ موجودہ دور میں بھی بہت سے لوگ ہیں جو مال یا جاہ وجلال یا علم وغیرہ کے فریب میں ہیں اور وہ ان نعمتوں کے سرچشمے کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔

انسان کی بھول اس وقت نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے جب وہ سختی اور ابتلا کی منزل کو عبور کر کے عیش و آسائش حاصل کر لیتا ہے۔ اگر اسے یہ علم ہو جائے کہ یہ آرام وراحت، یہ مال و دولت، جاہ ومنصب اور علم ایک آزمائش اور امتحان ہے تو وہ اپنے رب کو نہیں بھولے گا اور اس کے ایمان اور جذبۂ شکر میں اضافہ ہوگا لیکن اس بھول اور نسیان کو تو انھوں نے اپنے باپ دادا سے وراثت میں پایا ہے، جن سے ان کے پروردگار نے عہد لیا مگر وہ بھول گئے۔ یہ ان کی اولاد کی طبیعت اور فطرت بن چکی ہے سوائے ان لوگوں کے جن کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

بے صبری اور بے قراری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ ٱلشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ ٱلْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا ٱلْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾﴾

---

[1] آل عمران 187:3

''بے شک انسان بے صبرا پیدا کیا گیا ہے اور جب اسے نقصان پہنچتا ہے تو بے قرار ہو جاتا ہے اور جب دولت ملتی ہے تو کنجوس ہو جاتا ہے ماسوا ان لوگوں کے جو نمازی ہیں۔''[1]

جب انسان خیر حاصل کرتا ہے تو متقی اور پرہیز گار بن جاتا ہے۔ شر کا ارتکاب کرتا ہے تو بداعمالیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس کے مومن ہونے اور مومن نہ ہونے کی صورت میں بھی یہی صفات ظاہر ہوتی ہیں۔

جب اس کا دل ایسے ایمان سے خالی ہوتا ہے جو اس کے دل کو مطمئن کرے اور اس کا تعلق اس کے رب سے جوڑ دے تو وہ اپنی اصل فطرت یعنی ''بے صبری و بے قراری'' میں گرفتار ہو جاتا ہے پھر جب بے تاب ہو جاتا ہے تو سوچتا ہے کہ یہ مصیبت اس سے دور نہیں ہوگی اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گی۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے کشائش بھی پیدا کرے گا اور اس مشکل کو آسان بنا دے گا۔ وہ بے صبرا ہو کر کف افسوس ملتا ہے۔ جب اسے خیر، مال، جاہ یا علم حاصل ہو جاتا ہے تو کنجوس بن جاتا ہے اور اسے دوسروں تک نہیں پہنچاتا۔ وہ اپنے نفس اور مال کا بندہ بن جاتا ہے اور اس کی ہوس اور کنجوسی بڑھ جاتی ہے۔ اس کا معاملہ صرف ایمان اور پابندئ نماز ہی سے درست ہو سکتا ہے، اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ٱلَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَآئِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَٱلَّذِينَ فِىٓ أَمْوَٰلِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّآئِلِ وَٱلْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَٱلَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ ٱلدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَٱلَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَٱلَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَٰفِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَٰجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ٱبْتَغَىٰ وَرَآءَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ

[1] المعارج 70:19-22

ٱلْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَٱلَّذِينَ هُمْ لِأَمَـٰنَـٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَٰعُونَ ﴿٣٢﴾ وَٱلَّذِينَ هُم بِشَهَـٰدَٰتِهِمْ قَآئِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَٱلَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾

''جو سدا نماز پڑھتے ہیں، اور جن کے مالوں میں سائل (فقیر) اور محروم (مدد نہ مانگنے والے) کا مقرر حصہ ہے، اور جو روزِ جزا کا یقین رکھتے ہیں اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف رہنے کا نہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں اور کنیزوں پر، تو ان پر کچھ الزام نہیں اور جو ان (بیویوں اور کنیزوں) کے سوا (جنسی ذرائع) چاہتے ہیں وہی حد سے تجاوز کرتے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کا خیال رکھتے ہیں اور جو اپنی گواہیوں پر ثابت رہتے ہیں اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔''[1]

انسان کا دل جب ایمان سے خالی ہوتا ہے تو اس کی مثال ہوا کے سامنے ایک تنکے کے مانند ہوتی ہے۔ وہ معمولی تکلیف یا نقصان سے بے تاب ہو جاتا ہے اور چھوٹی سی بات پر خوش ہونے لگتا ہے۔ وہ اداس اور بے صبرا بن کر خوف، وسوسوں، خوشی اور کنجوسی کے درمیان ہچکولے کھانے لگتا ہے لیکن جب اس کا دل ایمان سے آباد ہوتا ہے تو اس کا نفس مطمئن رہتا ہے اور اسے سکونِ قلب نصیب ہوتا ہے۔ وہ پریشانی کے وقت تنگ دل اور مصیبت کے وقت اداس نہیں ہوتا بلکہ ان پر صبر کرتا ہے کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ تنگی کے بعد آسانی اور مشکل کے بعد کشائش ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس کی مصیبت کا، یہاں تک کہ کانٹا بھی چبھ جائے، بدلہ دے گا، نیز اسے جو بھی نعمت ملے وہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش وامتحان ہے، اس لیے اس کا دل دنیا کی نعمتیں ملنے پر خوشی سے اُڑنے نہیں لگتا بلکہ وہ اس کا حساب کرتا ہے اور اللہ کی آزمائش اور ناشکری سے ڈرتا رہتا ہے، لہٰذا اس کا دل ثابت، طبیعت مطمئن اور پرسکون اور

[1] المعارج 70:23-34

اس کی حالت برقرار رہتی ہے۔

ایمان، دنیا وآخرت کی ایک پائیدار سعادت ہے اور فسق وفجور، دنیا وآخرت کی پائیدار شقاوت ہے، اسی طرح نماز کمزور بندے اور اس کے طاقتور رب کے درمیان ایک ایسا رشتہ ہے جو اسے سکون واطمینان اور طاقت وثبات دیتی ہے۔ اس سے مراد ایسی نماز ہے جو پابندی سے بلاناغہ ادا کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب عمل وہی ہے جو مسلسل ہو اگرچہ کم ہو۔ زکاۃ وصدقہ مومن کے مال میں ایک واجب حصہ ہے جسے ادا کیے بغیر اسے قرار نہیں ہوتا اور اسے ادا کرتے وقت وہ اسے سعادت اور اپنے مال کی آلودگیوں سے صفائی سمجھتا ہے۔ اس کے ذہن میں یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ وہ فقیروں اور غریبوں کی مدد اور تعاون کر رہا ہے۔ اسے جب بھی موقع ملے، خیرات کرتا رہتا ہے۔ یومِ جزا اور حساب پر ایمان اس کے نفس کو سکون وقرار دیتا ہے اور وہ خوش ہوتا ہے کہ ایک ایسا دن بھی ہے جس میں ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کا کوئی عمل ضائع نہیں جائے گا۔ جو شخص آخرت اور حساب کو نہیں مانتا، جب اس سے کوئی چیز چھن جاتی ہے یا برباد ہو جاتی ہے یا کوئی اس پر زیادتی کرتا ہے تو اس کا دل حیرت اور پریشانی سے ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگتا ہے کیونکہ وہ اپنی محدود اور مختصر عمر کے بارے ہی میں سوچتا ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا اور آخرت کی جزا کا امیدوار ہوتا ہے وہ حساسیت کے بلند مرتبے پر ہوتا ہے اور دنیا میں دونوں آنکھیں، دل اور دوسرے حواس کھول کر چلتا ہے۔ وہ کوئی غلط بات منہ سے بولنے اور کوئی غلط کام کرنے یا کوئی نگاہ غلط اُٹھانے سے ڈرتا ہے۔ وہ اللہ کی ہدایت اور اس کے رسول ﷺ کی سنت پر چلتا ہے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ اپنی بیوی اور کنیز کو چھوڑ کر زنا کاری کرتا ہے نہ دوسری عورتوں کی طرف نگاہ اُٹھاتا ہے۔ بے شک وہی انسان پاک اور صاف ستھرا ہے جو اپنی صفائی پر نافرمانیوں اور گناہوں کا

دھبہ نہیں لگاتا اور محرمات کو نہیں توڑتا۔ وہی مطمئن ہوتا ہے جس کے اعصاب پرسکون اور جس کی طبیعت خوش رہتی ہے، کیونکہ طبیعت کا سکون ہی راحت بخش زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھی میں سے تمھارے جوڑے بنائے، تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان محبت ورحمت پیدا کی۔"[1]

سکون وقرار زوجیت کے اچھے تعلق میں ہوتا ہے۔ یہی محبت اور رحمت ہے۔ اس سے ہٹ کر حیوانی خواہشات کی پیروی دنیا وآخرت کا عذاب ہے۔ جو لوگ اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس رکھتے ہیں، وہی بہترین عادات وسیرت کے حامل ہوتے ہیں، یعنی جو لوگ اولاً: اپنے رب کی عبادت کر کے اور ثانیاً: اپنے اہل وعیال، نوکر چاکر اور تعلق داروں کے حقوق ادا کر کے اور کان، آنکھ اور دیگر اعضا کی حفاظت کر کے اپنی امانتوں کا لحاظ رکھتے ہیں وہی اچھی عادات اور کردار کے مالک ہیں۔

لوگوں کی امانتیں، مال اور عزت وآبرو وغیرہ بہت سی چیزیں ہیں۔ جو شخص ان میں خیانت کرے، اس کے لیے خوف اور بے قراری کا سامنا کرنے کی وعید ہے اور جس نے ان کی حفاظت کی تو اس نے اپنے دین اور نفس کی حفاظت کی اور دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کر لی، اسی طرح شہادت پر مومن کا ثابت قدم رہنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ هُم بِشَهَٰدَٰتِهِمْ قَآئِمُونَ ﴿٣٣﴾﴾

---

[1] الروم 21:30

''اور جو اپنی گواہیوں پر ثابت رہتے ہیں۔''①

نیز اس کا ارشاد ہے:

﴿وَأَقِيمُوا۟ ٱلشَّهَـٰدَةَ لِلَّهِ ۚ﴾

''اور اللہ کے لیے شہادت قائم کرو۔''②

لہٰذا شہادت دینے میں کوتاہی کرنا، اسے ضائع کر دینا یا چھپانا بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ زمین میں فساد اور معاشرتی انتشار پیدا کرنے کے مترادف ہے کیونکہ حدود قائم کرنا سچی شہادتوں اور عدل وانصاف کے بغیر ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر شہادت کو اس کی درست صورت پر ادا کیے بغیر معاشرے میں سکون قائم نہیں ہوسکتا۔

نماز کا قیام، انسان کی اصلاح کے لیے نہایت اہم ہے اسی لیے اللہ نے سورۂ معارج کی مذکورہ بالا آیات میں اسی سے آغاز کیا اور اسی پر اختتام کیا ہے۔ نماز ایک ایسی چیز ہے کہ جس نے اس کی حفاظت کی اس نے اپنے پورے دین کی حفاظت کی اور اس کے تمام امور سدھر گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَٰتِهِمْ يُحَافِظُونَ ⑨ أُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْوَٰرِثُونَ ⑩ ٱلَّذِينَ يَرِثُونَ ٱلْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَـٰلِدُونَ ⑪﴾

''اور جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔ یہی وارث ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''③

وسوسوں میں مبتلا ہونا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

① المعارج 33:70 ② الطلاق 2:65 ③ المؤمنون 23:9-11

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ① مَلِكِ ٱلنَّاسِ ② إِلَٰهِ ٱلنَّاسِ ③ مِن شَرِّ ٱلْوَسْوَاسِ ٱلْخَنَّاسِ ④ ٱلَّذِى يُوَسْوِسُ فِى صُدُورِ ٱلنَّاسِ ⑤ مِنَ ٱلْجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ ⑥﴾

''آپ کہہ دیجیے کہ میں پناہ میں آتا ہوں لوگوں کے رب کی، لوگوں کے مالک کی، لوگوں کے معبود کی، وسوسہ ڈال کر چھپ جانے والے کے شر سے وہ جو لوگوں کے سینوں (دلوں) میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جو جنوں میں سے اور انسانوں میں سے ہے۔''[1]

اور اس کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَٰنَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِۦ نَفْسُهُۥ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ ⑯﴾

''اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو وسوسہ اس کے دل میں گزرتا ہے ہم اسے بھی (خوب) جانتے ہیں اور ہم اس سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔''[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلشَّيْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ، فَإِذَا ذَكَرَ اللهَ تَعَالٰى خَنَسَ، وَإِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ»

''شیطان ابن آدم کے دل پر قبضہ جمائے بیٹھا رہتا ہے۔ جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ (شیطان) پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب انسان (یادِ الٰہی سے) غافل ہو جاتا ہے تو وہ وسوسے ڈالتا ہے۔''[3]

شیطان لعین چھپ کر اور پوشیدہ طور پر وسوسہ ڈالتا ہے اور یہ معرکہ انسان اور شیطان کے

---

① الناس 114:1-6 ② ق 16:50

③ تفسیر الطبری، تفسیر سورۃ الناس، رقم: 29678

درمیان برابر جاری ہے۔ یہ معرکۂ آدم و ابلیس سب سے پہلے اس وقت ہوا جب اس نے حضرت آدم علیہ السلام اوران کی بیوی کے دل میں وسوسہ پیدا کیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا ٱلشَّيْطَٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُۥرِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْءَٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَىٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةِ إِلَّآ أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ ٱلْخَٰلِدِينَ ﴿٢٠﴾﴾

''اور شیطان نے ان دونوں (کو بہکانے) کے لیے وسوسہ ڈالا تاکہ وہ ان دونوں کی پوشیدہ شرمگاہیں ان کے سامنے ظاہر کر دے اور کہا کہ تمھیں تمھارے رب نے اس درخت سے محض اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ ہو جاؤ یا ہمیشہ کے لیے (جنت میں) رہنے والے نہ ہو جاؤ۔''[1]

یہ وسوسہ جس طرح شیاطین و جنات کی طرف سے ہوتا ہے، اسی طرح ان انسانوں کی طرف سے بھی ہوتا ہے جو ہمارے بُرے اور شریر ساتھی ہوتے ہیں۔ یہ شیطان کے وسوسے سے سخت ہوتا ہے۔ ان میں چغل خور، عیب جو، شرپسند، فساد پرور، بدعات اور نفسانیت کے پرستار شامل ہیں۔ یہ ایک دوسرے کو خوش نما اور پرفریب باتوں کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ یہ معرکہ شیاطین اور صالحین ومومنین کے درمیان برابر جاری ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَٰدِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾﴾

''اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وسوسہ ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو یقیناً تم مشرک ہو گے۔''[2]

شیطان انسان کو دھوکہ دینے کے لیے اس کے سامنے، پیچھے، دائیں اور بائیں ہر جانب سے آتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے شیطان کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] الأعراف 20:7 [2] الأنعام 121:6

﴿ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّنۢ بَيۡنِ أَيۡدِيهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ أَيۡمَٰنِهِمۡ وَعَن شَمَآئِلِهِمۡۖ وَلَا تَجِدُ أَكۡثَرَهُمۡ شَٰكِرِينَ ١٧﴾

''پھر یقیناً میں ان کے پاس ان کے سامنے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں سے آؤں گا اور تو ان میں سے زیادہ تر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔''[1]

لیکن اس کا غلبہ اور اقتدار انھی پر ہوتا ہے جو اس کی اطاعت کرتے اور اسے دوست بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّهُۥ لَيۡسَ لَهُۥ سُلۡطَٰنٌ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَلَىٰ رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُونَ ٩٩ إِنَّمَا سُلۡطَٰنُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يَتَوَلَّوۡنَهُۥ وَٱلَّذِينَ هُم بِهِۦ مُشۡرِكُونَ ١٠٠﴾

''بے شک ان لوگوں پر اس (شیطان) کا کوئی قابو نہیں جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں، اس کا قابو تو انھی لوگوں پر ہے جو اسے اپنا دوست بناتے ہیں اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔''[2]

اللہ تعالیٰ انسان کے نفس کے وسوسے کو بھی جانتا ہے کیونکہ اس سے زمین وآسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ وہ پوشیدہ وظاہر کو یکساں جانتا ہے، لہٰذا انسان کو شیاطین کے وسوسے سے ڈرنا چاہیے کیونکہ یہ اس کے جال اور پھندے ہیں جن سے وہ اسے شکار کر لیتا ہے جو اس کے پیچھے دوڑتا ہے۔ مومن پر واجب ہے کہ وہ اس کے وسوسے اور اس کی انگیخت سے پناہ مانگتا رہے۔ شیطان کمزور اور چور ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں ان کے پاس سے فرار ہو جاتا ہے اور ان سے دور رہتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ»

---

[1] الأعراف 17:7 [2] النحل 16:99-100

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (اے عمر!) شیطان کبھی بھی تجھے کسی گلی میں چلتے ہوئے نہیں ملا مگر وہ تیری گلی چھوڑ کر دوسری گلی میں چلنا شروع کر دیتا ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ ٱلرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُۥ شَيْطَٰنًا فَهُوَ لَهُۥ قَرِينٌ ﴿٣٦﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ ٱلسَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٣٧﴾﴾

''اور جو اللہ کی یاد سے غافل ہو جائے تو ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور یقیناً وہ انھیں سیدھے راستے سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔''[2]

فریب نفس اور تکبر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلْإِنسَٰنُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ ٱلْكَرِيمِ ﴿٦﴾ ٱلَّذِى خَلَقَكَ فَسَوَّىٰكَ فَعَدَلَكَ ﴿٧﴾ فِىٓ أَىِّ صُورَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴿٨﴾﴾

''اے انسان! تیرے شفیق رب سے کس چیز نے تجھے فریب میں ڈال رکھا ہے؟ (اللہ وہ ہے) جس نے تجھے پیدا کیا اور درست اور مناسب بنایا، جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دی اور ڈھالا۔''[3]

---

[1] صحیح البخاری، فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ حدیث:3683 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، حدیث:2396

[2] الزخرف 43:36-37 [3] الانفطار 82:6-8

اور اس کا ارشاد ہے کہ جب کافروں کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو انھیں کہا جائے گا:

﴿ذَٰلِكُم بِأَنَّكُمُ ٱتَّخَذْتُمْ ءَايَـٰتِ ٱللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا﴾

"یہ اس لیے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنا لیا اور تمھیں حیات دنیا نے مبتلائے فریب کر دیا۔"[1]

نیز اس نے فرمایا ہے:

﴿وَلَـٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَٱرْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ ٱلْأَمَانِىُّ حَتَّىٰ جَآءَ أَمْرُ ٱللَّهِ وَغَرَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴿١٤﴾﴾

"لیکن تم نے خود کو فتنے میں ڈال دیا اور انتظار کیا، اور تمھیں جھوٹی آرزوؤں نے فریب خوردہ بنا دیا، حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ گیا اور فریب میں ڈالنے والے (شیطان) نے تمھیں اللہ کے بارے میں فریب میں ڈال دیا۔"[2]

اور اس کا ارشاد ہے:

﴿إِنِ ٱلْكَـٰفِرُونَ إِلَّا فِى غُرُورٍ ﴿٢٠﴾﴾

"کافر تو صرف فریب میں ہیں۔"[3]

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ غرور کی صفت انسان میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اللہ کے راستے سے دور ہو جاتا اور اس سے باغی ہو جاتا ہے۔ وہ اس کی طرف سے عائد کردہ فرائض میں کوتاہی کرتا اور اس کے منع کی ہوئی باتوں کا ارتکاب کرتا ہے، حالانکہ اللہ ہی نے انسان کو گوناگوں نعمتوں سے نوازا ہے۔

انسان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے اسی سے غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ فریب میں مبتلا ہو

---

[1] الجاثیة 35:45 [2] الحدید 14:57 [3] الملك 20:67

کر سوچتا ہے کہ وہ امن و اطمینان میں ہے، پھر وہ ہلاکت کے کام کرنے لگتا ہے اور اللہ کے غیض وغضب کے لیے خود کو پیش کر دیتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اسے مہلت دیتا ہے اور وہ اپنی شفاعت کے لیے کوئی نیک عمل اور ایمان وتقویٰ پیش نہیں کرتا۔ جان لو کہ انسان کی خود فریبی کی صفت صرف تقویٰ، درست عقیدے اور اللہ سبحانہ کے ڈر ہی سے دور ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَـٰعُ ٱلْغُرُورِ ﴿٢٠﴾﴾

''اور حیات دنیا صرف دھوکے کا سامان ہے۔''[1]

اور فرمایا:

﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴿٣٣﴾﴾

''تمھیں حیات دنیا فریب میں ڈالے نہ دھوکے باز (شیطان) تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکا دے۔''[2]

سعی اور محنت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْإِنسَـٰنُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَـٰقِيهِ ﴿٦﴾﴾

''اے انسان! بے شک تو مشقت اُٹھائے اپنے رب کی طرف جا رہا ہے اور اس سے عنقریب جا ملے گا۔''[3]

نیز اس کا ارشاد ہے:

---

① الحدید 20:57 ② لقمان 33:31 ③ الانشقاق 6:84

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ ﴿٤﴾﴾

''ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔''[1]

انسان اس دنیا میں مشقتیں برداشت کرتے ہوئے اور روزی کی طلب میں کوشش کرتے ہوئے سفر حیات طے کرتا ہے۔ وہ اپنے رب تک رسائی کے لیے اپنا راستہ بناتا ہے کیونکہ اسے محنت وکاوش اور تکان کے بعد اسی کی طرف لوٹنا اور اسی کے پاس قرار پانا ہے۔

اس دنیا میں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے انسان کبھی اپنے بدن ذہن کو اور کبھی دونوں کو تھکا دیتا ہے۔ اگر اسے مال مل جائے تو اس کی تکان اور بڑھ جاتی ہے اور اگر جاہ ومنصب مل جائے تو اس کی فکر اور غم مزید بڑھ جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

كُلَّمَا ازْدَادَ الْفَتٰى عِلْمًا بِهَا
كُلَّمَا يَدْخُلُ فِي عَيْشٍ أَمَرَّ

''جوں جوں کسی نوجوان کو اس (کی زندگی) کا زیادہ علم ہوتا ہے، وہ اسی قدر زیادہ کڑوی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے۔''

یہ پُر مشقت اور تھکا دینے والی زندگی ہے جس میں آرام وسکون نہیں یہ مشقت وتکلیف اور حسرت وآزردگی کی زندگی ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

وَمَا السَّعَادَةُ فِي الدُّنْيَا سِوَى أَمَلٍ
يُرْجٰى، فَإِنْ صَارَ حَقًّا مَلَّهُ الْبِشْرُ

''دنیا کی سعادت آس اور امید کے سوا کچھ نہیں جو اگر پوری ہو جائے تو خوشی انسان کو آزردہ کر دیتی ہے۔''

---

[1] البلد 4:90

لہٰذا انسان طلب دنیا میں جو مشقت اُٹھاتا ہے، اگر مشقت اپنے رب کی عبادت میں اُٹھاتا رہے تو اللہ اس کے بدلے میں اسے قلبی سعادت اور آخرت کا اجر عطا فرماتا ہے۔ لیکن اگر وہ دنیا کے لیے مشقت اُٹھائے تو اس کے تفکرات، غم اور بدبختی مزید بڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىٓ أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ ءَايَـٰتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ ٱلْيَوْمَ تُنسَىٰ ﴿١٢٦﴾﴾

''اور جس نے میرے ذکر سے منہ موڑ لیا اس کے لیے تنگ زندگی ہے اور ہم اسے قیامت کے روز اندھا بنا کر اُٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: ''میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اُٹھایا، جبکہ میں بینا تھا؟'' تو اللہ فرمائے گا کہ'' ایسے ہی تمھارے پاس میری آیتیں آئیں تو تُو نے انھیں فراموش کر دیا اسی طرح تو آج فراموش کر دیا جائے گا۔''[1]

لوگ محنت و مشقت کے معاملے میں بھی مختلف سوچ رکھتے ہیں۔ بعض لوگ علم کی جستجو میں محنت کرتے ہیں اور بعض دنیا سمیٹنے میں محنت کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کی ساری کوشش دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے صرف ہوتی ہے اور بعض لوگ ایسے ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو جنت کی طلب اور رب کی رضا کے لیے محنت کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو نفسانی خواہشات کی تکمیل اور نوع بہ نوع معاصی کے لیے کوشش کرتے رہتے ہیں، لہٰذا اے انسان! تو راہ جنت کو اختیار کر دوزخ کی راہ پر نہ چل۔ محنت و مشقت، رنج و غم تو اللہ تعالیٰ نے دنیا پرستوں کے لیے

---

[1] طٰہٰ 20:124-126

دنیا وآخرت دونوں میں لکھ دیا ہے۔

طالبین جنت کو سکون و قرار اور راحت واطمینان دنیا وآخرت دونوں جگہ ملتا رہے گا کیونکہ جب اسے ثواب اور بہترین اجر کا علم ہوتا ہے تو وہ اپنے رب کو خوش کرنے کے لیے نوع بہ نوع محنت ومشقت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس محنت وریاضت میں بھی اسے وہ سکون اور اطمینان ملتا ہے جو دنیا کی ہر آسائش پا لینے والے کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا۔

سرکشی اور ناشکری

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ كَلَّآ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَيَطْغَىٰٓ ⑥ أَن رَّءَاهُ ٱسْتَغْنَىٰٓ ⑦ ﴾

''یقیناً انسان سرکشی کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو غنی سمجھتا ہے۔''[1]

نیز فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لِرَبِّهِۦ لَكَنُودٌ ⑥ ﴾

''بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔''[2]

عام طور پر انسان اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے نہ اس کی نعمتوں کا اقرار کرتا ہے۔ وہ سرکشی اور برائی کرتا ہے اور مال دار ہونے پر اتراتا ہے۔ اپنے رب کی گوناگوں نعمتوں کے باوجود اس سے منہ پھیر لیتا ہے اور اس سے دور ہو جاتا ہے۔

بے شک انسان کا ایسا کردار یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے مولا کی نعمتوں کی ناشکری اور ان کا انکار کرتا ہے۔ حتی کہ وہ خود اپنی اس ناشکری کا گواہ ہے:

﴿ وَإِنَّهُۥ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ ⑦ ﴾

---

[1] العلق 96:6-7 [2] العادیات 100:6

''اور بے شک وہ اس پر گواہ ہے۔''[1]

اس کا معاملہ اسی وقت درست ہوتا ہے جب وہ زمین کی دنیا سے آسمان کی دنیا کی طرف اور دنیا کی تنگی سے آخرت کی وسعت کی طرف بلند ہوتا ہے اور دنیا کی حقیر فکر کو چھوڑ کر اس سے بڑی اور کشادہ چیز کو اہمیت دیتا ہے۔ شاعر نے کہا:

عَلٰی قَدْرِ أَهْلِ الْعَزْمِ تَأْتِی الْعَزَائِمُ
وَتَأْتِی عَلٰی قَدَرِ الْكِرَامِ الْمَكَارِمُ
وَتَكْبُرُ فِی عَیْنِ الصَّغِیرِ صِغَارُهَا
وَتَصْغُرُ فِی عَیْنِ الْعَظِیمِ الْعَظَائِمُ

''ہمتیں اہل ہمت کے لحاظ سے ہوتی ہیں، اور شرفا کے لحاظ سے شرافتیں ہوتی ہیں۔ چھوٹے لوگوں کی نگاہ میں چھوٹی چیزیں بڑی ہوتی ہیں، جبکہ بڑے لوگوں کی نگاہ میں بڑی چیزیں بھی چھوٹی ہوتی ہیں۔''

غفلت اور لاپروائی

اللہ تعالیٰ اور اس کے ذکر سے غفلت انسان کی عام صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ① ﴾

''لوگوں کا حساب نزدیک آ گیا جبکہ وہ غفلت میں منہ پھیر رہے ہیں۔''[2]

اور فرمایا:

① العادیات 7:100 ② الأنبیاء 1:21

﴿وَإِذَآ أَنْعَمْنَا عَلَى ٱلْإِنسَٰنِ أَعْرَضَ وَنَـَٔا بِجَانِبِهِۦ﴾

''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا اور پہلو تہی کرتا ہے۔''①

اور فرمایا:

﴿وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ عَنْ ءَايَٰتِنَا لَغَٰفِلُونَ ﴿٩٢﴾﴾

''اور بے شک بہت سے لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔''②

بے شک بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے غافل ہیں اور ان پر توجہ نہیں دیتے۔ اسے یاد کرتے ہیں نہ اس کی آیات میں غور وفکر کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مزے لوٹتے ہیں اور باقی سب کچھ فراموش کر دیتے ہیں۔ اس کی جنت وجہنم اور حساب وعذاب کے بارے میں نہیں سوچتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فیض یاب ہوتے ہیں لیکن اس کی نافرمانی کرتے اور اس کے ذکر واطاعت سے اعراض کرتے ہیں۔ اکثر لوگوں کی عمر اسی غفلت میں گزر جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ ٱلْحَسْرَةِ إِذْ قُضِىَ ٱلْأَمْرُ وَهُمْ فِى غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٩﴾﴾

''اور انھیں حسرت کے دن سے ڈراؤ جب معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔''③

وہ شخص کتنا بے وقوف اور حقیر ہے جس کی یہ صفت ہو۔ کیا وہ ان ہولناکیوں کو یاد نہیں کرتا جن کا اسے سامنا کرنا ہے؟ کیا وہ ڈرتا نہیں کہ عذاب آنے سے پہلے اسے نیک اعمال کر لینے چاہئیں؟ وہ نہیں جانتا کہ عمر بہت جلد گزر جائے گی اور موت اچانک آ جائے گی؟ اللہ تعالیٰ

---

① الإسراء 83:17

② یونس 92:10 ③ مریم 39:19

کا ارشاد ہے:

﴿أَن تَقُولَ نَفْسٌ يَٰحَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِي جَنۢبِ ٱللَّهِ وَإِن كُنتُ لَمِنَ ٱلسَّٰخِرِينَ ۝٥٦﴾

(ایسا نہ ہو) کہ کوئی نفس کہے: ہائے افسوس، میں نے اللہ کے بارے میں کوتاہی کی اور یقیناً میں مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔'' [1]

انسان خسارے میں ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلْعَصْرِ ۝١ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَفِي خُسْرٍ ۝٢ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلْحَقِّ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلصَّبْرِ ۝٣﴾

''زمانے کی قسم! یقیناً سبھی انسان گھاٹے میں ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور آپس میں حق بات اور صبر کی تلقین کی۔'' [2]

بے شک اس زندگی میں ایک راستے کے سوا کوئی سیدھا راستہ نہیں ہے اور اس کے سوا گمراہی اور خسارہ ہی خسارہ ہے، لہٰذا اس سورت میں انسان کے تمام مثبت اوصاف یکجا کر دیے گئے ہیں، اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ انسان کے لیے صرف یہی سورت اتارتا تو کافی ہوتی۔

یقیناً انسان کا اصل اور عام گھاٹا، گمراہی اور ہلاکت ہے لیکن جس میں یہ چار اوصاف پائے جائیں وہ اس خسارے سے محفوظ رہتا ہے: (۱) ایمان (۲) نیک اعمال (۳) سچائی کی تلقین (۴) صبر کی تلقین۔ کیونکہ ایمان زبان سے اقرار کرنے، اعضاء سے عمل کرنے اور دل سے

---

[1] الزمر 56:39 [2] العصر 103:1-3

عقیدہ رکھنے کا نام ہے، اس لیے ایمان اطاعت سے بڑھتا اور نافرمانی سے کم ہوتا ہے۔ علمائے اہل سنت والجماعت کے نزدیک ایمان کی یہی تعریف ہے۔ ایمان وہ جڑ ہے جس سے خیر کی تمام شاخیں پھوٹتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِى ٱلسَّمَآءِ ﴿٢٤﴾ تُؤْتِىٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍۭ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ ٱللَّهُ ٱلْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٥﴾﴾

''اللہ نے کلمہ طیبہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت سے دی ہے، جس کی جڑ ثابت اور پائیدار ہے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے جو اپنا پھل اللہ کے حکم سے ہر وقت دیتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''[1]

اور کفر ایک ایسی بنیاد ہے جس سے ہر برائی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ ٱلطَّيْرُ أَوْ تَهْوِى بِهِ ٱلرِّيحُ فِى مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴿٣١﴾﴾

''اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر گیا اور اسے پرندے اچک رہے ہیں یا ہوا اسے دور دراز جگہ میں پھینک رہی ہے۔''[2]

اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:

﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ ٱجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ ٱلْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ ﴿٢٦﴾﴾

''اور برے کلمے کی مثال خبیث درخت کی سی ہے جو زمین کے اوپر سے اُکھاڑ دیا گیا ہو اور اسے کوئی قرار وثبات نہ ہو۔''[3]

---

[1] إبراهيم 14:24-25 [2] الحج 22:31 [3] إبراهيم 14:26

انسان کا ایمان جب تک نیک عمل سے وابستہ نہ ہو، وہ اس کے لیے کافی نہیں ہوتا، اسی پر بس نہیں، بلکہ جو بات دل میں ہو، عمل اس کی تصدیق کرے اور وہ صبر کے ساتھ اس کی دعوت بھی دیتا ہو۔ معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا ضروری ہے کیونکہ یہی حضرت محمد ﷺ کے پیروکاروں کا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِيٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ﴾

''آپ فرما دیں کہ یہی میرا راستہ ہے (کہ) میں اور میرے پیروکار بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔''[1]

اور دعوت الی اللہ اور سچائی کی تلقین کیے بغیر فرد کی کامیابی ہے نہ جماعت کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ ۗ﴾

''تم بہترین امت ہو، لوگوں کے لیے پیدا کیے گئے ہو، نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''[2]

جب کوئی شخص نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لیے تیار ہوتا ہے تو اس کا ٹکراؤ لازماً ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اس کی راہ میں حائل ہوتے اور اسے تکلیف پہنچاتے ہیں، لہٰذا جو لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہیں ان کے لیے صبر کرنا اور اپنے ساتھیوں کو اس کی تلقین کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان رحمہ اللہ کا اپنے بیٹے کو نصیحت کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

---

① یوسف 108:12

② آل عمران 110:3

﴿يَٰبُنَيَّ أَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ وَأۡمُرۡ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَٱنۡهَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ وَٱصۡبِرۡ عَلَىٰ مَآ أَصَابَكَۖ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ ٱلۡأُمُورِ ١٧﴾

''اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو اور نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو اور جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرو، بے شک یہ عزیمت اور حوصلے کی بات ہے۔''[1]

[1] لقمان 17:31

باب 2

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ انسانی صفات

مومنوں کا راستہ

پچھلے باب میں انسان کے کچھ عام اوصاف اور کمزور پہلو بیان ہوئے ہیں جن سے وہی شخص بچ سکتا ہے جس نے اپنے دل کی تربیت اخلاق فاضلہ پر کی ہو، جو اپنے رب سے ڈرتا ہو اور اس نے مسلسل جہدوجہد کے ذریعے سے اپنے نفس کو سدھار لیا ہو۔ شاعر نے کہا ہے:

وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ إِنْ تُمْهِلْهُ شَبَّ عَلٰى
حُبِّ الرَّضَاعِ وَإِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمُ

"نفس بچے جیسا ہوتا ہے اگر اسے مہلت دو گے تو دودھ کی محبت پر جوان ہو جائے گا اور اگر دودھ چھڑاؤ گے تو چھوڑ دے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے جسے چاہا منتخب کر لیا اور اسے خیر کی توفیق دی اور سیدھا راستہ دکھا دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ ٱصْطَفَىٰٓ ءَادَمَ وَنُوحًا وَءَالَ إِبْرَٰهِيمَ وَءَالَ عِمْرَٰنَ عَلَى ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٣٣﴾﴾

"بے شک اللہ نے آدم ونوح اور آل ابراہیم وآل عمران کا تمام جہانوں سے انتخاب کر لیا ہے۔"[1]

---

[1] آل عمران 33:3

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ مِن ذُرِّيَّةِ ءَادَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْرَٰٓءِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَٱجْتَبَيْنَآ ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُ ٱلرَّحْمَٰنِ خَرُّواْ سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ ﴿٥٨﴾﴾

''یہی وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل وکرم کیا (جو) اولاد آدم میں سے ہیں اور ان لوگوں کی نسل سے ہیں جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں چڑھا لیا تھا اور اولاد ابراہیم ویعقوب سے اور ہماری طرف سے ہدایت یافتہ اور ہمارے پسندیدہ لوگوں میں سے ہیں۔ ان کے سامنے جب (اللہ) رحمان کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تھی تو روتے، گڑگڑاتے اور سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے تھے۔''[1]

لہٰذا جو شخص دونوں جہانوں کی سعادت چاہتا ہو، اسے چاہیے کہ اللہ کی سیدھی راہ پر چلے اور دل وجان سے اپنے خالق کی طرف دھیان کرے۔ اپنے کردار کی خرابی کو دور کر کے مومنوں کے راستے کی پیروی کرے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس وعید کا مصداق ٹھہرے گا:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِۦ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾﴾

''اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے گا اور مسلمانوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے گا، تو وہ جدھر پھر رہا ہو، اسی طرف ہم اسے پھیر دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بڑا برا ٹھکانا ہے۔''[2]

---

[1] مریم 58:19 [2] النساء 115:4

لٰہذا آخرت سے پہلے دنیاوی سعادت کا حصول اللہ کی ہدایت اور اس کے رسول ﷺ کی سیرت میں ہے، ورنہ گھاٹا، ہلاکت وشقاوت اور غم والم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا﴾

''اور جس نے میرے ذکر سے منہ موڑ لیا اس کے لیے تنگ زندگی ہے۔''[1]

اور اس کا ارشاد ہے:

﴿مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ ۝٢﴾

''ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اُٹھائیں۔''[2]

اور اس کا ارشاد ہے:

﴿وَعَصَىٰٓ ءَادَمُ رَبَّهُۥ فَغَوَىٰ ۝١٢١﴾

''اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی، لٰہذا وہ بہک گیا۔''[3]

بے شک شقاوت و بے راہ روی اور تنگی ومشقت اس شخص کے لیے ہے جس نے اللہ کی نافرمانی اور شیاطین کی پیروی کی اور اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ پھیر لیا۔

قرار و سکون، اطمینان اور دونوں جہاں کی سعادت اس شخص کے لیے ہے جس نے مومنوں کی راہ اپنائی۔ اپنے رب کی اطاعت اور اس کے احکام کی تعمیل کی اور نواہی سے بچا رہا۔ یاد رکھو کہ سابقین اولین مسلمانوں، یعنی مہاجرین وانصار کی پیروی ہی عزت و نصرت کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَّقَدْ رَضِىَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ ٱلشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِى قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَٰبَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝١٨﴾

---

[1] طٰہٰ 124:20 [2] طٰہٰ 2:20 [3] طٰہٰ 121:20

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ انسانی صفات

’’یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے جان لیا، پھر ان پر سکون نازل فرمایا اور بدلے میں انھیں فتح قریب دی۔‘‘[1]

اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور خوشنودی حاصل کرنے کے سلسلے میں چند اہم چیزیں مندرجہ ذیل ہیں:

1. اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے اسماء وصفات کا علم، نیز یہ کہ اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ﴿١٩﴾﴾

’’اور یہ جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کرو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے مغفرت طلب کیا کرو۔ اور اللہ تمھاری آمد ورفت اور تمھارے ٹھکانے کو خوب جانتا ہے۔‘‘[2]

2. رسول اللہ ﷺ کی معرفت اور یہ جاننا کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی بات نہیں کہتے۔ آپ سے محبت اور آپ کی تصدیق واطاعت کرنا اور آپ نے جن چیزوں سے روکا ہے، ان سے باز رہنا۔ اللہ کی عبادت اسی طریقے سے کرنا جیسے آپ نے اپنے قول وفعل اور گفتگو سے بتائی ہے۔
3. کتاب وسنت کی مدد سے شریعت کا علم حاصل کرنا اور اسے دلیل کے ساتھ لینا۔
4. اہل سنت والجماعت کے سلیم العقیدہ لوگوں سے محبت اور دوستی رکھنا، ان کے راستے کی پیروی کرنا اور ان سے الگ نہ ہونا کیونکہ یہی اہل معرفت ویقین ہیں جو اہل حدیث

[1] الفتح 48:18 [2] محمد 47:19

اور اہل اثر ہیں، جو سنت کی پیروی کرتے اور بدعت سے دور رہتے ہیں۔

بلاشبہ یہی لوگ سلف صالحین کی راہ پر چل رہے ہیں اور اس بات کے سب سے زیادہ اہل ہیں کہ لوگ مال کے ذریعے سے ان کی مدد کریں امام مالک رحمہ اللہ کا مقولہ ہے:

«اَلسُّنَّـةُ سَفِينَةُ نُوحٍ مَّنْ رَّكِبَهَا نَجَا ، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ»

''سنت کشتیٔ نوح ہے اس میں جو سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ڈوب گیا۔''①

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صراط مستقیم کی توضیح کے لیے ایک سیدھا خط کھینچا اور اس کے دائیں بائیں بہت سی لکیریں بنا دیں، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسْتَقِيمًا فَٱتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِۦ ۚ﴾

''اور بے شک یہ (دین) میرا سیدھا راستہ ہے اس لیے تم اس کی اتباع کرو اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو ورنہ یہ (راستے) تمھیں اس (اللہ) کے راستے سے الگ کر دیں گے۔''②

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے الفاظ یوں مروی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

«خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا خَطًّا ثُمَّ قَالَ : هٰذَا سَبِيلُ اللهِ ، ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَّمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ ، ثُمَّ قَالَ : هٰذِهِ سُبُلٌ ، عَلٰى كُلِّ سَبِيلٍ مِّنْهَا شَيْطَانٌ يَّدْعُو إِلَيْهِ ، ثُمَّ تَلَا : ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسْتَقِيمًا فَٱتَّبِعُوهُ ۖ

① المدونة الكبرى، كتاب مناقب سيدنا الإمام مالك، للعلامة عيسىٰ بن مسعود الزواوي: 85/1

② الأنعام 153:6

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ﴾"

''رسول اللہ ﷺ نے ایک روز ہمارے سامنے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا: ''یہ اللہ کا راستہ ہے۔'' پھر اس کے دائیں، بائیں بہت سی لکیریں بنائیں، پھر فرمایا: ''یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر ایک شیطان کھڑا ہے جو ان راستوں کی طرف بلا رہا ہے'' اور پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ''اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا اس کی اتباع کرو اور دوسرے راستوں کی تابع داری نہ کرو وہ تمھیں اس (اللہ) کے راستے سے ہٹا دیں گے۔''[1]

ایمان

ایمان ایک گراں قدر صفت ہے۔ اگر یہ مومن کے دل میں پیدا ہو جائے اور پائیدار اور گہری ہو تو اس کی چاشنی اور یقین کی لذت نصیب ہو جاتی ہے۔ مومن کے دل و نظر میں دنیا اور اس کی لذتیں حقیر اور آخرت سب سے اہم بن جاتی ہے۔ وہ اپنے رب کا قرب حاصل کرنے اور اس تک رسائی کے لیے راہ میں حائل کسی بھی بندش کی پروا نہیں کرتا۔ یہی صفات اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ ﴾

''وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔''[2]

اللہ کی محبت نفس کی پاکیزگی اور قلب کی سلامتی کی واضح پہچان اور انسانیت کا کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] مسند أحمد: 435/1

[2] المائدۃ 54:5

﴿وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ﴾

''اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں۔''[1]

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ : أَنْ يَّكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا ، وَأَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ ، وَأَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ»

''تین باتیں جس شخص میں ہوں ان کی وجہ سے وہ ایمان کی چاشنی پا لیتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ انسان کسی سے محض اللہ کے لیے محبت کرتا ہو۔ وہ کفر میں واپس ہونا ایسے ہی ناپسند کرتا ہو جیسے آگ میں پھینکا جانا ناپسند کرتا ہے۔''[2]

اللہ نے ایسے شخص کو، جو اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ کسی اور چیز سے محبت کرتا ہو، وعید سنائی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ فاسقوں میں داخل ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿٢٤﴾﴾

''اے رسول (ﷺ)! آپ فرما دیں کہ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور جو مال تم نے کمایا ہے اور جس تجارت

---

[1] البقرۃ 165:2

[2] صحیح البخاری، الإیمان، باب حلاوۃ الإیمان، حدیث : 16

کے ٹھپ ہو جانے سے تم ڈرتے ہو اور جن مکانات کو چاہتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور اس کی راہ میں جہاد سے محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''[1]

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے دلوں میں اللہ کی محبت کا دریا موجزن تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے رگ و پے میں محبت الٰہی کا شعلہ اس قدر بھڑکا ہوا تھا کہ انھوں نے اللہ کی راہ میں خوش ہو کر بشارت طلب کرتے ہوئے اپنی جانیں نثار کر دیں۔ وہ اپنے جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں لڑے اور جہاد کیا۔ جس بات پر اللہ سے معاہدہ کیا، اسے سچا کر دکھایا، اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کے روز میدان جنگ میں حاضر نہ ہو سکے تو یہ ان پر گراں گزرا۔ وہ بہت اداس ہوئے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کوئی معرکہ پایا، تو اللہ تعالیٰ ضرور دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ احد کے دن حاضر ہوئے تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ لڑتے بھڑتے اور دشمنوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ان کے سامنے آ گئے تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے ابوعمرو! (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی کنیت) [میرے پاس سے ہٹ جاؤ] واہ! میں اُحد کے سامنے جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔'' پھر پوری جواں مردی سے لڑے یہاں تک کہ شہید کر دیے گئے۔ ان کے بدن پر اَسی سے زیادہ تلوار، نیزے اور تیر کے زخم تھے اور ان کی بہن کے سوا کوئی انھیں پہچان نہ سکا۔ اسی موقعے پر رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:[2]

---

① التوبة 24:9

② صحيح البخاری، الجهاد و السير، باب قول الله عزوجل : من المؤمنين رجالٌ صدقوا...... الخ، حديث:2805

﴿مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا۟ مَا عَـٰهَدُوا۟ ٱللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُۥ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا۟ تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾﴾

''مومنوں میں سے کچھ لوگوں نے جس چیز پر اللہ سے معاہدہ کیا، اسے سچا کر دکھایا تو ان میں سے کچھ نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور کچھ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے اسے بالکل تبدیل نہیں کیا۔''①

ذرا ہم، ان وفاداروں سے اپنی حالت کا موازنہ کریں ہم سچائی کے کلمے سے ڈرتے ہیں۔ دشمنوں کے سامنے ذلیل ہیں۔ ہمیں اپنے مالوں اور تنخواہوں کا ڈر ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک مینڈھے کا چمڑا لپیٹے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس اور کوئی کپڑا نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو جس کا دل اللہ نے روشن کر دیا ہے۔ میں نے اسے اپنے ماں باپ کے درمیان بہترین اشیا کھاتے، پیتے دیکھا ہے۔ لیکن اب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نے اسے اس حالت میں لا کھڑا کیا ہے، جسے تم دیکھ رہے ہو۔②

بے شک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت زبانی دعوے سے ہوتی ہے نہ آپ کی پیدائش کا جشن منانے کی بدعت سے ہوتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن سے محبت کی جائے، اس کی تلاوت پابندی سے کی جائے اور اسے سمجھا جائے۔ صحیح عقیدے سے محبت کی جائے اور راسخ العقیدہ اور اس کے داعیوں کی مدد کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت کے معنی یہ ہیں کہ آپ کا اتباع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے اللہ کی سی محبت کرنا اس سے عداوت کے مترادف ہے۔

---

① الأحزاب 23:33

② ضعيف الترمذی:240/1، حديث:2486

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ»

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے لیے اس کے والد، اولاد اور سب انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''[1]

اہل مکہ جب حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو جنھیں انھوں نے قتل کرنے کے لیے قید کر رکھا تھا، باہر لے گئے تو ان سے ابوسفیان نے کہا: ''زید! میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، کیا تم نہیں چاہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت تمھاری جگہ پر یہاں ہوتے اور انھیں قتل کر دیا جاتا اور تم اپنے اہل وعیال میں ہوتے۔'' تو زید نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ ہوں اور آپ کو کوئی کانٹا چبھ جائے جبکہ میں اپنے اہل وعیال میں بیٹھا رہوں۔''

بیشک اللہ کی محبت سب سے بلند، بہترین مقصدِ حیات اور سب سے محبوب عمل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے نیکیوں اور اطاعت کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی جس سے محبت نہیں کرتا جبکہ دین صرف اسی کو دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے۔ اس محبت کو حاصل کرنے کا ایک معین طریقہ ہے اور وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال میں آپ کی پیروی اور اقتدا کرنا اور آپ کی سیرت وآداب سے خودکو آراستہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ

---

[1] صحيح البخاری، الإيمان، باب حب الرسول ﷺ من الإيمان، حديث:15و صحيح مسلم، الإيمان، باب وجوب محبة رسول الله ﷺ، حديث:44

رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾

''آپ فرما دیں! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''[1]

جس نے اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے عداوت کی اللہ تعالیٰ نے اس سے لڑائی کا اعلان کر دیا۔ بندہ اللہ تعالیٰ سے نوافل کے ذریعے سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ دل کی صفائی اور میل سے پاک اور صحیح و سالم سینہ اللہ کی محبت کے حصول کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلتَّوَّٰبِينَ وَيُحِبُّ ٱلْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾﴾

''بیشک اللہ تعالیٰ انھیں دوست رکھتا ہے جو بہت توبہ کرتے اور پاک صاف رہتے ہیں۔''[2]

گویا بدن کی صفائی اور شرافت، اللہ تعالیٰ کی محبت کا موجب ہے۔ اس سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«طَهِّرُوا أَفْنِيَتَكُمْ، فَإِنَّ الْيَهُودَ لَا تُطَهِّرُ أَفْنِيَتَهَا»

''اپنے صحنوں کو صاف ستھرا رکھو کیونکہ یہودی یقیناً اپنے صحنوں کو صاف نہیں کرتے۔''[3]

اسی طرح اللہ کی حمد اور اس کا شکر بھی اللہ کی محبت کے اسباب میں شامل ہیں۔

---

[1] آل عمران 3:31 [2] البقرة 2:222

[3] المعجم الأوسط للطبراني:3/122،ح:4057 حسنه الألباني في الصحيحة، برقم:472 و حجاب المرأة المسلمة:101

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ انسانی صفات

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِنَّ اللهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَّأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا»

"بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہوتا ہے جو ایک نوالہ کھاتا ہے تو اس پر اس کی حمد کرتا ہے اور ایک گھونٹ پیتا ہے تو اس پر اس کی حمد کرتا ہے۔"[1]

اللہ کی راہ میں ایثار

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْرِى نَفْسَهُ ٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ ٱللَّهِ وَٱللَّهُ رَءُوفٌۢ بِٱلْعِبَادِ ﴿٢٠٧﴾﴾

"اور لوگوں میں سے ایسا شخص بھی ہے جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے خود کو فروخت کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑی شفقت کرنے والا ہے۔"[2]

اس صفت کا حامل انسان اللہ کی رضا اور اس کے ثواب کے لیے اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے۔ وہ دنیا کا مال واسباب، نمود ونمائش یا لوگوں کی طرف سے کوئی رتبہ نہیں چاہتا۔ حضرت ابن عباس، حضرت انس رضی اللہ عنہم سعید بن مسیّب، ابو عثمان نہدی، عکرمہ رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے علاوہ ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کا شان نزول یہ ہے کہ وہ جب مکہ مکرمہ میں اسلام لائے اور ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو قریش نے انھیں مال کے ساتھ ہجرت کرنے سے روک دیا اور مطالبہ کیا

---

[1] صحیح مسلم، الذکر و الدعاء، باب استحباب حمد اللّٰه......، حدیث:2734

[2] البقرۃ 207:2

کہ اپنے مال سے دستبردار ہو جائیں۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت راستے میں انھیں قریش کی ایک جماعت نے جا لیا۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''واللہ! اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو تم جانتے ہو کہ میں تم سے بڑھ کر تیر انداز ہوں اور میرے ترکش میں بہت سے تیر ہیں، اس لیے تم مجھ سے بچ نہیں سکو گے جب تک میرے تیر ختم نہ ہو جائیں اور ہر تیر سے میں ایک شخص کو قتل کروں گا اور اگر اس کے سوا کچھ اور چاہتے ہو تو جتنا مال چاہو، میں دے دوں گا۔'' انھوں نے کہا: ''جب تم ہمارے ہاں آئے تھے تو تمھارے پاس مال نہیں تھا اور اب تم اپنا مال لے کر مدینے جا رہے ہو۔'' حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرے پاس جو مال ہے، سب لے لو اور مجھے ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے دو۔'' اس طرح انھوں نے اپنا سب مال دے دیا اور اسی بنا پر ان کے مدینہ پہنچنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْرِى نَفْسَهُ ٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ رَءُوفٌۢ بِٱلْعِبَادِ ﴿٢٠٧﴾﴾

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت نے راستے میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا اور انھیں بشارت دی کہ اللہ نے ان کی شان میں ایک آیت نازل فرمائی ہے اور جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ نے ان سے فرمایا: ''اے صہیب! سودا نفع بخش رہا، اے صہیب! سودا نفع بخش رہا۔''[1] اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْرِى نَفْسَهُ ٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ رَءُوفٌۢ بِٱلْعِبَادِ ﴿٢٠٧﴾﴾

''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی طلب میں اپنی جان تک

---

[1] البقرۃ2:207۔ تفسیر ابن کثیر:334/1

بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑی شفقت کرنے والا ہے۔‘‘[1]

﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَىٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا ۖ سِيمَاهُمْ فِى وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ ٱلسُّجُودِ ۚ﴾

’’محمد (ﷺ) اور آپ کے ساتھی کافروں پر سخت، آپس میں رحم دل ہیں، تم انھیں رکوع اور سجدہ کرتے، اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی ڈھونڈتے دیکھو گے، ان کی شناخت ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں۔‘‘[2]

استغنا اور قناعت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْـَٔاخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿٢٠١﴾ أُو۟لَـٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا۟ ۚ وَٱللَّهُ سَرِيعُ ٱلْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾﴾

’’اور ان میں سے کچھ یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں اچھائی اور آخرت میں اچھائی دے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا، انھی لوگوں کے لیے ان کے اعمال کا حصہ ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔‘‘[3]

اسلام مسلمان سے ترک دنیا کا بالکل تقاضا نہیں کرتا کیونکہ اللہ کسی کو اس کی طاقت اور برداشت سے زیادہ کا ذمہ دار نہیں بناتا۔ ہاں یہ حکم ضرور دیتا ہے کہ آخرت کی طلب میں اللہ کی طرف توجہ دو، اس عمل کو اولیت دو اور اس کے لیے جلدی کرو۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ اپنا دنیا

---

① البقرة 207:2

② الفتح 29:48 ③ البقرة 2:201-202

کا حصہ بھی فراموش نہ کرو اور زمین کے اطراف میں اللہ کا رزق حاصل کرنے اور اس کا فضل ڈھونڈنے کے لیے بھرپور کوشش کرو لیکن چونکہ دنیا کی زندگی مختصر اور عارضی ہے، اس لیے اس کی طلب اسی لحاظ سے ہونی چاہیے اور آخرت ابدی ہے اس لیے اس کا حصول مسلسل اور متواتر عمل ہی سے ممکن ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

«يَاابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَّأَسُدَّ فَقْرَكَ وَإِنْ لَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَّلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ»

''اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے موقع حاصل کر لے، میں تیرے سینے کو استغنا سے بھر دوں گا اور تجھ سے فاقہ روک دوں گا اور اگر ایسا نہیں کرے گا تو تیرے ہاتھ کاموں سے بھر دوں گا اور تیرا فقر نہیں روکوں گا۔''[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَّمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَعَلَ اللهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ»

''جس شخص کا ارادہ آخرت کا ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں قناعت اور بے نیازی پیدا کر دیتا ہے، اس کے متفرق امور جمع کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل و خوار ہو کر آتی ہے اور جس کا مقصد دنیا ہو تو اللہ تعالیٰ فقر کو اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور اس کے مجتمع امور کو بکھیر دیتا ہے اور اس کے پاس اسی قدر دنیا آتی ہے جتنی اس کی

---

[1] جامع الترمذي، صفة القيامة، باب أحاديث: ابتلينا بالضراء......، حديث:2466

قسمت میں ہوتی ہے۔"[1]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ هَمُّهُ الْآخِرَةَ جَمَعَ اللهُ شَمْلَهُ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَّمَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ الدُّنْيَا فَرَّقَ اللهُ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ»

"جس کو فکر آخرت ہو اللہ تعالیٰ اس کے متفرق امور کو جمع کر دیتا ہے، اس کے دل میں استغنا پیدا کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔ جس کی نیت دنیا کا حصول ہو تو اللہ اس کے مشاغل بکھیر دیتا ہے، اس کا فقر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور اس کے پاس دنیا اتنی ہی آتی ہے جتنی اس کی قسمت میں ہو۔"[2]

عجز وانکسار، راست بازی اور حب الٰہی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعِبَادُ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى ٱلْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ ٱلْجَٰهِلُونَ قَالُوا۟ سَلَٰمًا ﴿٦٣﴾ وَٱلَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَٰمًا ﴿٦٤﴾ وَٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَٱلَّذِينَ إِذَآ أَنفَقُوا۟ لَمْ يُسْرِفُوا۟ وَلَمْ يَقْتُرُوا۟ وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَٱلَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ

[1] جامع الترمذي، صفة القيامة، باب أحاديث: ابتلينا بالضراء......، حديث:2465

[2] مسند أحمد: 183/5

وَلَا يَقْتُلُونَ ٱلنَّفْسَ ٱلَّتِى حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلَّا بِٱلْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُضَٰعَفْ لَهُ ٱلْعَذَابُ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِۦ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَٰلِحًا فَأُو۟لَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَٰتٍ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٧٠﴾ وَمَن تَابَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَإِنَّهُۥ يَتُوبُ إِلَى ٱللَّهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَٱلَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ ٱلزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا۟ بِٱللَّغْوِ مَرُّوا۟ كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا۟ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا۟ عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَٰجِنَا وَذُرِّيَّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَٱجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿٧٤﴾

''اور رحمان کے (سچے) بندے زمین پر سکون اور وقار سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔ وہ اپنے رب کے لیے سجدہ و قیام کرتے ہوئے رات گزار دیتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے بے شک اس کا عذاب بھاری مصیبت ہے۔ بے شک وہ بہت برا ٹھکانا اور بدترین جگہ ہے۔ اور جب وہ انفاق کرتے ہیں تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی بلکہ ان کے درمیان اعتدال کرتے ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے۔ اور جس جان کا مارنا اللہ نے ناجائز کیا ہے اسے نہیں مارتے مگر جائز وجہ سے۔ اور زنا نہیں کرتے۔ اور جو کوئی یہ کام کرے گا وبال کا سامنا کرے گا۔ اس کا عذاب قیامت کے روز دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ذلیل ہو کر ہمیشہ رہے گا۔ لیکن جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ غفور و رحیم ہے۔ اور جس نے توبہ کر لی اور نیک عمل کیا وہی اللہ کی طرف حقیقی رجوع کرتا ہے۔ اور وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں

دیتے۔ جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو شریفانہ گزرتے ہیں۔ اور جب انھیں اپنے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو اس پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔ اور وہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کو ٹھنڈک دے اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا دے۔''[1]

ان آیتوں میں وارد عالی شان صفات ان مومنین کی ہیں جو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں اور آخرت کی طلب میں رہتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا کو نہیں بھولتے اور کوئی ان کے ساتھ برائی کر دے تو اس کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیتے ہیں۔ وہ انتقام لینے کی قدرت کے باوجود معاف کر دیتے ہیں اور زمین پر وقار و اطمینان سے چلتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نیک اور پاک باز بندوں کی عمدہ صفات میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے سجدہ و قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں اور عبادت و ذکر، تلاوتِ قرآن اور دعا کے ساتھ شب بیداری کرتے ہیں ایسے ہی مومنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ ٱلْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ يُنفِقُونَ ﴿١٦﴾﴾

''ان کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے پروردگار کو ڈر اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا (بغیر اسراف و تنگی کیے) خرچ کرتے ہیں۔''[2]

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ سلیم العقیدہ ہوتے ہیں۔ شرک و بدعت کا ارتکاب کرتے ہیں

---

[1] الفرقان 25:63-74 [2] السجدة 32:16

نہ اہل شرک وبدعت سے محبت رکھتے ہیں۔ ان کی صفات میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ قتل وزنا یا جھوٹی گواہی وغیرہ سے کسی پر زیادتی نہیں کرتے۔ وہ بلند ہمت ہوتے ہیں اور اپنے رب سے درخواست کرتے ہیں کہ انھیں لوگوں کا پیشوا بنا دے تا کہ لوگ ان سے اچھائی اور خیر کے بارے میں راہنمائی حاصل کریں، نیز وہ انھیں ان کی بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے۔ وہ ان سے خوش اور مانوس ہوں۔ دوسری عورتوں کی طرف نہ دیکھیں بلکہ اپنی بیویوں کے ساتھ دنیا میں خوش رہیں اور موت کے بعد ان کی دعائیں لیں۔

صبر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلصَّٰبِرِينَ ١٤٦﴾

''اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''[1]

اللہ کے دشمنوں سے جہاد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلَّذِينَ يُقَٰتِلُونَ فِي سَبِيلِهِۦ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَٰنٌ مَّرْصُوصٌ ٤﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں سیسہ پلائی دیوار کی مانند صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں۔''[2]

---

[1] آل عمران 146:3 [2] الصف 4:61

عدل وانصاف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ ۝٨﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''[1]

نیز ارشاد ہے:

﴿ٱعْدِلُوا۟ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾

''انصاف کرو وہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔''[2]

اللہ پر توکل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَوَكِّلِينَ ۝١٥٩﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے جو اس پر توکل کرتے ہیں۔''[3]

نیکی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ۝١٩٥﴾

''بے شک اللہ نیکو کاروں سے محبت کرتا ہے۔''[4]

---

[1] الممتحنة 8:60 [2] المائدة 8:5

[3] آل عمران 159:3 [4] البقرة 195:2

پائیدار عمل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِنَّ اللهَ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُتْقِنَهُ»

''جب تم میں سے کوئی عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اسے پائیدار بنائے۔''[1]

مظلوم کی فریاد رسی اور پریشان حال کی مدد

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يُحِبُّ إِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ»

''بے شک اللہ مظلوم کی فریاد رسی (کرنے والے) سے محبت کرتا ہے۔''[2]

کشادہ رُوئی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ يُحِبُّ السَّهْلَ الطَّلِيقَ»

''اللہ تعالیٰ نرم مزاج کشادہ رو سے محبت کرتا ہے۔''[3]

---

① مسند أبي يعلى :349/7، حديث:4386وقد أورده الألباني في الصحيحة برقم:1113

② أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق كما نقل عنه المتقي في كنز العمال:8/6، حديث: 14603 وضعفه الألباني في ضعيف الجامع الصغير، ص:245،حديث:1698

③ شعب الإيمان للبيهقي:6 / 254،حديث:6056و الحديث ضعفه الألباني في الضعيفة برقم:3124وضعيف الجامع الصغير، ص:245، حديث:1700

نرمی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ»

''بے شک اللہ سبھی امور میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔''[1]

توبہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلتَّوَّٰبِينَ﴾

''بے شک اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو بہت توبہ کرتے ہیں۔''[2]

تقویٰ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَّقِينَ ﴿٧٦﴾﴾

''بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔''[3]

پاکیزگی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

① صحيح البخاری، الأدب، باب الرفق فی الأمر كله، حديث:6024

② البقرة 222:2 ③ آل عمران 76:3

﴿وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُطَّهِّرِينَ ﴿١٠٨﴾﴾

''اور اللہ پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''[1]

چھپا کر خیرات کرنا

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ»

''بے شک اللہ تعالیٰ ڈرنے والے، چھپا کر خیرات کرنے والے مالدار سے محبت کرتا ہے۔''[2]

پیشہ ور مومن

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ»

''بے شک اللہ تعالیٰ پیشہ ور مومن سے محبت کرتا ہے۔''[3]

اللہ کی نعمت کا اظہار

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① التوبة 9:108

② صحيح مسلم، الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر، حديث:2965

③ المعجم الأوسط للطبراني:327/6، ح:8934 والمعجم الكبير:308/12، حديث:13200 و في إسناده عاصم بن عبيد الله بن عاصم "ضعيف" وضعفه الألباني في الضعيفة:1301

«إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ يُّرٰى أَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلٰى عَبْدِهِ»

''بے شک اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر دیکھا جائے۔''[1]

غیرت

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

«إِنَّ اللهَ يُحِبُّ مِنْ عِبَادِهِ الْغَيُورَ»

''اللہ اپنے بندوں میں سے غیرت مند بندے سے محبت کرتا ہے۔''[2]

فراخ دلی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ يُحِبُّ سَمْحَ الْبَيْعِ، سَمْحَ الشِّرَاءِ، سَمْحَ الْقَضَاءِ»

''بیشک اللہ خرید وفروخت میں اور ادا کرنے میں فراخ دل شخص کو پسند کرتا ہے۔''[3]

سوال نہ کرنا

رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے:

---

[1] جامع الترمذی، الأدب، باب ماجاء أن الله تعالى يحب أن يرى أثر......، حديث:2819

[2] المعجم الأوسط للطبرانی:183/6، حديث:8441وهو ضعيف جدا، فی إسناده محمد بن الفضل "كذبوه" والحديث ضعفه الألبانی فی ضعيف الجامع الصغير،ص:248،حديث: 1725

[3] جامع الترمذی، الأحكام، باب ماجاء فی سمح البيع......، حديث:1319وقد أورده الألبانی فی الصحيحة برقم:899

«إِنَّ اللهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيرَ الْمُتَعَفِّفَ أَبَا الْعِيَالِ»

''اللہ اپنے ایسے مومن، غریب اور صاحب عیال بندے سے محبت کرتا ہے جو دست سوال دراز نہیں کرتا۔''①

اور عیاض بن حمار مجاشعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: ذُو سُلْطَانٍ مُّقْسِطٌ مُّتَصَدِّقٌ مُّوَفَّقٌ، وَّرَجُلٌ رَّحِيمٌ رَّقِيقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ، وَّعَفِيفٌ وَّمُتَعَفِّفٌ ذُو عِيَالٍ»

''اہل جنت تین ہیں: توفیق یافتہ صدقہ کرنے والا انصاف پسند صاحب اقتدار۔ اور ہر رشتے دار اور مسلمان کے لیے شفیق اور نرم دل شخص اور بھیک نہ مانگنے والا پاک باز صاحب عیال شخص۔''②

لیکن مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

«عُرِضَ عَلَيَّ أَوَّلُ ثَلَاثَةٍ يَّدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَأَوَّلُ ثَلَاثَةٍ يَّدْخُلُونَ النَّارَ فَأَمَّا أَوَّلُ ثَلَاثَةٍ يَّدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: فَالشَّهِيدُ، وَعَبْدٌ مَّمْلُوكٌ أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَنَصَحَ لِسَيِّدِهِ، وَعَفِيفٌ مُّتَعَفِّفٌ ذُوْعِيَالٍ»

''میرے سامنے جنت میں داخل ہونے والے پہلے تین شخص اور جہنم میں داخل ہونے والے پہلے تین شخص پیش کیے گئے۔ جنت میں داخل ہونے والے پہلے تین یہ ہیں: شہید اور وہ غلام جس نے اپنے رب کی احسن انداز سے عبادت کی اور اپنے آقا و مالک کی طرف سے واجب کردہ فرائض بھی پورے کیے اور وہ پاکباز صاحب عیال

---

① سنن ابن ماجه، الزهد، باب فضل الفقر، حديث:4121 قد ضعفه الألباني في الضعيفة برقم: 51

② صحيح مسلم، الجنة و نعيمها، باب الصفات التي يعرف بها......، حديث:2865

(غریب) شخص جو سوال نہیں کرتا۔''[1]

بلند درجہ کام

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يُحِبُّ مَعَالِيَ الْأُمُورِ وَأَشْرَافَهَا وَيَكْرَهُ سَفْسَافَهَا»

''اللہ بلند اور باشرف کاموں کو پسند کرتا ہے اور ذلیل کاموں کو ناپسند فرماتا ہے۔''[2]

اولاد کے مابین عدل

آپ ﷺ سے روایت ہے:

«إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ حَتَّى فِي الْقُبَلِ»

''اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ تم اپنی اولاد میں برابری کرو یہاں تک کہ بوسہ لینے میں بھی۔''[3]

طاقتور مومن

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

① مسند أحمد: 425/2 وقد ضعفه شعيب الأرنؤوط في الموسوعة الحديثية مسند أحمد: 297/15

② المعجم الأوسط للطبراني: 179/2، حديث: 2940 و أورده الألباني في الصحيحة برقم: 1627و الزيادة منه

③ ذكره المتقي في كنز العمال:4450/16، حديث:4535 وقد ضعفه الألباني في ضعيف الجامع الصغير، ص:347، حديث:1712

«اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَّأَحَبُّ إِلَی اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیفِ وَفِی کُلٍّ خَیْرٌ»

''طاقتور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور محبوب ہے اور ہر ایک میں اچھائی ہے۔''①

اللہ کے لیے محبت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا تَحَابَّ رَجُلَانِ فِی اللهِ إِلَّا کَانَ أَحَبُّهُمَا إِلَی اللهِ عَزَّوَجَلَّ أَشَدَّهُمَا حُبًّا لِّصَاحِبِهٖ»

''جو بھی دو شخص اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں تو دونوں میں سے اللہ کا زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جو اپنے دوست سے زیادہ شدید محبت کرتا ہے۔''②

عفو و درگزر

آپ ﷺ سے روایت ہے:

«إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ عَفُوٌّ یُّحِبُّ الْعَفْوَ»

''بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔''③

---

① صحیح مسلم، القدر، باب الإیمان بالقدر والإذعان له، حدیث:2664

② الأدب المفرد، حدیث:544 و المستدرك:4/171و المعجم الأوسط للطبرانی:2/165، حدیث:2899و صححه الألبانی فی الصحیحة برقم:450

③ مسند أحمد:1/438 و المستدرك:4/382-383 إن کان إسناده ضعیفاً لجهالة أبی ماجدة ولکن له شاهد من حدیث عائشة بلفظ: ''اللهم إنك عفو تحب العفو'' ولأ جله حسنه الألبانی فی الصحیحة برقم:1638

دوامِ عمل

آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ تَعَالٰى أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ»

''اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ ہے جو ہمیشگی سے کیا جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہو۔''[1]

دوستوں سے ملاقات اور انفاق

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

«وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ»

''میری محبت ان کے لیے واجب ہے جو میری رضا جوئی کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں اور میری خوشنودی کے لیے مل کر بیٹھتے ہیں اور میری رضا مندی کے لیے ایک دوسرے سے ملنے جاتے ہیں اور میری خوشنودی کے لیے ہی ایک دوسرے پر مال صرف کرتے ہیں۔''[2]

نصیحت اور خیر خواہی

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

---

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب أحب الدين إلى الله أدومه، حديث:43و صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضيلة العمل الدائم......، حديث:783واللفظ له

[2] موطأالإمام مالك :954/2 و مسند أحمد :247/5 و المستدرك :169/4-170

«إِنَّ أَحَبَّ عِبَادِ اللهِ إِلَى اللهِ أَنْصَحُهُمْ لِعِبَادِهِ»

''اللہ کے بندوں میں سے اللہ کے نزدیک اس کا سب سے محبوب بندہ وہ ہے جو اس کے بندوں کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہو۔''[1]

اچھے کام سے محبت

آپ نے فرمایا:

«إِنَّ أَحَبَّ عِبَادِ اللهِ إِلَى اللهِ مَنْ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْمَعْرُوفُ وَحُبِّبَ إِلَيْهِ فِعَالُهُ»

''اللہ کے بندوں میں اللہ کا سب سے پیارا بندہ وہ ہے جو اچھائی کو پسند کرتا اور اچھے کام کرنا محبوب رکھتا ہو۔''[2]

حُسنِ سیرت

آپ ﷺ کا ارشاد ہے

«إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِّنِّي مَجْلِسًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا وَّإِنَّ مِنْ أَبْغَضِكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدِكُم مِّنِّي مَجْلِسًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَيْهِقُونَ»

''میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے روز میری مجلس میں سب سے زیادہ نزدیک وہ ہوگا جس کا اخلاق اچھا ہو۔ اور میرے نزدیک سب سے

---

① ذكره الألباني في ضعيف الجامع الصغير، ص:197، حديث:1364

② ذكره الألباني في ضعيف الجامع الصغير، ص:197، حديث:1365 و قال: ضعيف جدًا

ناپسندیدہ اور قیامت کے روز میری مجلس سے سب سے دور وہ ہوں گے جو باتونی، زبان دراز اور متکبر ہیں۔“[1]

عبادت کی اصل صرف اور صرف اللہ سے محبت کرنا ہے۔ اگر کسی اور سے محبت کی جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی رضا جوئی کے لیے ہو۔ اللہ سے محبت، درحقیقت اس کے احکام کی پیروی کرنا، اس کے نواہی سے بچنا اور اس کے رسول ﷺ کی اقتدا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾﴾

”(اے رسول!) آپ فرما دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ غفور رحیم ہے۔“[2]

لہٰذا جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر کسی اور کی اطاعت کو فوقیت دی، کسی کی بات کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات سے اہم سمجھا، کسی کی رضا، کسی کے خوف یا کسی پر بھروسے یا اور کسی چیز کو تعلق باللہ پر اولیت دی تو ایسا شخص ان میں شامل نہیں جن کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ﷺ دوسروں سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ»

”تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“[3]

---

[1] جامع الترمذي، البروالصلة، باب ماجاء في معالي الأخلاق، حديث:2018 وقد أورده الألباني في الصحيحة، برقم:791

[2] آل عمران 31:3

[3] صحيح البخاري، الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه......، حديث:13 و صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان......، حديث:45

اور آپ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ»

”میری محبت ان کے لیے واجب ہے جو میری رضا جوئی کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں۔“ [1]

[1] موطأالإمام مالك: 954/2 و مسند أحمد: 247/5 و المستدرك: 4/169-170

باب 3

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ انسانی صفات

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ انسانی صفات

بعض عادات ایسی ہیں جنھیں اللہ ناپسند کرتا ہے۔ یہ برائی اور گناہ کی جڑیں ہیں جن سے فرد اور جماعت کو بھاری نقصان پہنچتا ہے اور ان بُری صفات کی وجہ سے انسان کی دنیاوی اور اخروی زندگی پر انتہائی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ صفات یہ ہیں:

نفاق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَقُولُ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَبِٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾ يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ ٱللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌۢ بِمَا كَانُوا۟ يَكْذِبُونَ ﴿١٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ قَالُوٓا۟ إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿١١﴾ أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ ٱلْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ﴿١٢﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ءَامِنُوا۟ كَمَآ ءَامَنَ ٱلنَّاسُ قَالُوٓا۟ أَنُؤْمِنُ كَمَآ ءَامَنَ ٱلسُّفَهَآءُ ۗ أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ ٱلسُّفَهَآءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا لَقُوا۟ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوْا۟ إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمْ قَالُوٓا۟ إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ ﴿١٤﴾ ٱللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِى طُغْيَٰنِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٥﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱشْتَرَوُا۟ ٱلضَّلَٰلَةَ بِٱلْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَٰرَتُهُمْ وَمَا كَانُوا۟ مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾﴾

’’اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں ہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بیماری میں مزید بڑھا دیا اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار! یقیناً یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ شعور نہیں رکھتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (صحابہ) کی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا کہ بے وقوف لائے ہیں؟ خبردار! یقیناً یہی بے وقوف ہیں لیکن وہ جانتے نہیں ہیں۔ اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں (بڑوں) کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم تو تمھارے ساتھ ہیں ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے اور انھیں ان کی سرکشی اور بہکاوے میں اور بڑھا دیتا ہے وہ (اس میں) بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں خرید لیا، لہٰذا ان کی تجارت نے ان کو فائدہ پہنچایا نہ وہ ہدایت والے ہوئے۔‘‘[1]

یہ منافقوں کا گروہ ہے جو سچائی پر نہیں ٹھہرتا بلکہ اس کی مخالفت پر کمربستہ رہتا ہے۔ مختلف انداز سے لوگوں کو رجعت پرستی کا الزام دیتا ہے اور خود کو جدت پسند اور ترقی پسند قرار دیتا ہے۔

---

① البقرة 2:8-16

یہی اسلام کے اصل دشمن ہیں، اگرچہ وہ مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں کیونکہ ان سے اسلام کو غیروں کی نسبت زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ یہ دل کے بیمار ہیں۔ یہ اللہ اور مومنوں کو دھوکا دیتے ہیں لیکن درحقیقت وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں، اگرچہ اسے سمجھتے نہیں ہیں اور اصلاح اور تجدید کا دعویٰ کرتے ہیں۔ درحقیقت یہی لوگ فسادی اور مٹا دیے جانے کے لائق ہیں۔ ایسے بہت سے افراد ہیں جنھیں کچھ لوگ بڑی اہمیت دیتے ہیں اور وہ ترقی پسند اور جدت پسند مانے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿١١﴾﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں بگاڑ نہ پیدا کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔''[1]

ان کے دل پلٹ چکے اور ان کی سوچ کے انداز بالکل بدل چکے ہیں۔ ان کے نزدیک برائی، نیکی اور نیکی، برائی بن چکی ہے۔ وہ مومنوں کو نادانی اور رجعت پسندی کا الزام دیتے ہیں اور خود کو روشن خیال سمجھتے ہیں لیکن اللہ ان کی گھات میں ہے اور انھیں مہلت اور موقع دے رہا ہے تاکہ ان کے گناہ بڑھ جائیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿٣٠﴾﴾

''وہ چال چل رہے ہیں اور اللہ بھی تدبیر کر رہا ہے اور اللہ کی تدبیر سب سے بڑھ کر ہے۔''[2]

دنیا کی ہوس

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] البقرة 2:11 [2] الأنفال 8:30

﴿فَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا وَمَا لَهُۥ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنْ خَلَٰقٍ ﴿٢٠٠﴾﴾

''بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں دے دے ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔''[1]

یہ وہ لوگ ہیں جن کا مقصد دنیا ہوتا ہے۔ وہ اسی کی ہوس میں رہتے ہیں، اسے حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں، ان کی عقل اسی کے بارے میں سوچتی ہے اور وقت اسی کو حاصل کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت ان بدوؤں کے بارے میں نازل ہوئی جو موقف کے پاس آ کر دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ! اس سال کو بارش کا سال، شادابی کا سال اور اچھی اولاد پیدا ہونے کا سال بنا دے اور آخرت کا کوئی ذکر نہیں کرتے تھے۔''[2]

آج کے دور میں بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جو دنیا کے فتنے میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ دنیاوی مال و متاع اور خواہشات کی خاطر اپنا وقت، صحت اور راحت و آرام برباد کر رہے ہیں۔ دنیا کی فکر میں اپنے پروردگار کو فراموش کر بیٹھے ہیں اور دنیا ہی کے لیے دوستی و دشمنی رکھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿نَسُوا۟ ٱللَّهَ فَأَنسَىٰهُمْ أَنفُسَهُمْ﴾

''انھوں نے اللہ کو فراموش کر دیا تو اُس (اللہ) نے انھیں خود فراموش کر دیا۔''[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

① البقرة 200:2

② تفسیر ابن کثیر:1/329-330

③ الحشر 19:59

«تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ، وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ، وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ ...، تَعِسَ وَانْتَكَسَ، وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ»

''دینار، درہم اور نقش و نگار والی چادر کا بندہ ہلاک ہو جائے...... وہ ہلاک ہو جائے اور اوندھا کر دیا جائے اور اگر اسے کانٹا چبھے تو نہ نکلے۔''[1]

لہو و لعب اور حق سے رُوگردانی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْتَرِى لَهْوَ ٱلْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝٦ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ءَايَـٰتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِىٓ أُذُنَيْهِ وَقْرًا ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝٧﴾

''اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو لغو باتیں خریدتے ہیں تاکہ بغیر سمجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں اور اسے مذاق بنائیں، انھی کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جائیں تو اکڑ کر منہ پھیر لیتے ہیں گویا انھوں نے سنا ہی نہ ہو (اور) ان کے کانوں میں بوجھ ہو، تو آپ انھیں تکلیف دہ عذاب کی بشارت دے دیں۔''[2]

ایسے لوگ اپنی آخرت دنیا کے بدلے فروخت کر دیتے ہیں اور ہر ایسی بات خرید لیتے ہیں جو دلوں کو غافل اور وقت کو برباد کرتی ہو اور برائی، افسوس اور الجھن پیدا کرتی ہو۔ وہ اپنی چند روزہ زندگی کھیل کود اور بے کار کاموں میں فنا کر دیتے ہیں۔ وہ خود بھی گمراہ ہوتے

---

① صحیح البخاری، الجهاد والسير،باب الحراسة فی الغزو فی سبيل اللّٰه، حديث:2887

② لقمان 31:6-7

ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ءَايَٰتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِىٓ أُذُنَيْهِ وَقْرًا﴾

''اور جب اس کے پاس ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ تکبر سے پیٹھ پھیر لیتا ہے جیسے اُس نے انھیں سنا ہی نہ ہو، جیسے اس کے کانوں میں بوجھ ہو۔''[1]

وہ نہ تو علم حاصل کرتے ہیں اور نہ علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس بے علمی نے انھیں علم وحکمت کے تمام فوائد سے محروم کر رکھا ہے۔ وہ لہو ولعب اور بے کاری میں پڑ کر وقت برباد کرتے ہیں اور دوسروں کے بارے میں چہ میگوئیاں کرنا پسند کرتے ہیں۔ وہ بہت سے بے کار فضول قسم کے اخبارات ورسائل اور کتابیں وغیرہ پڑھتے ہیں، نیز ذرائع ابلاغ کے لیے اور رسائل میں اکثر بے مقصد لکھتے ہیں۔ وہ ایسی خبریں شائع کراتے ہیں جن سے وقت اور عمر کی بربادی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور ان کے دین واخلاق میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝٧﴾

''(اے نبی)! آپ انھیں تکلیف دہ عذاب کی بشارت دے دیں۔''[2]

یہی اس شخص کی سزا ہے جو بے کار اور فضول قسم کے کام کر کے خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنی عمر اور وقت برباد کرتا ہے بلکہ روئے زمین پر بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

بدعہدی اور ایمان کی کمزوری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] لقمان 7:31 [2] لقمان 7:31

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَقُولُ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ فَإِذَآ أُوذِىَ فِى ٱللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ ٱلنَّاسِ كَعَذَابِ ٱللَّهِ وَلَئِن جَآءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۚ أَوَلَيْسَ ٱللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِى صُدُورِ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٠﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَيَعْلَمَنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ ﴿١١﴾﴾

''اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اللہ کی راہ میں تکلیف دیے جاتے ہیں تو لوگوں کی ایذا رسانی کو اللہ کے عذاب کے برابر بنانے لگتے ہیں اور اگر تمھارے پروردگار کی طرف سے مدد آ جائے تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم تمھارے ساتھ تھے۔ کیا اللہ تعالیٰ ان اہل دنیا کے دلوں کی باتیں سب سے زیادہ نہیں جانتا؟ اور یقیناً اللہ انھیں جانتا ہے جو ایمان لائے اور انھیں بھی جانتا ہے جو منافق ہیں۔''[1]

اس صفت کے لوگ آرام و راحت میں تو اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہیں لیکن جب انھیں تکلیف آتی ہے تو ان کے ایمان میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ ان کا نفس کمزور ہو جاتا ہے اور ان کا عقیدہ متزلزل ہونے لگتا ہے ایسے افراد لوگوں کی تکلیف برداشت نہیں کرتے۔ وہ لوگوں کی طرف سے پیش آنے والی مشکلات اور مصائب کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے برابر قرار دے دیتے ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کی مدد آ جائے تو ان سے کہتے ہیں ہم بھی تمھارے ساتھ تھے اور اپنے آپ کو مدد کا سبب قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دل کے نفاق و ریاکاری اور ان کے خوف و ہراس کو جانتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگوں سے باتیں بناتے اور انھیں دھوکا دیتے ہیں۔

ہمارے اس دور میں بھی کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو آزمائش کو برداشت نہیں کر پاتے اور

[1] العنکبوت 29:10-11

ایمان لانے کے بعد دوبارہ کافر ہو جاتے ہیں۔ وہ جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز کر لیتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے عظیم کام کو لوگوں کے خوف یا مال وجاہ کی ہوس میں چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے دلوں میں قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ نفاق پیدا کر دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْهُم مَّنْ عَـٰهَدَ ٱللَّهَ لَئِنْ ءَاتَىٰنَا مِن فَضْلِهِۦ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلصَّـٰلِحِينَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّآ ءَاتَىٰهُم مِّن فَضْلِهِۦ بَخِلُوا۟ بِهِۦ وَتَوَلَّوا۟ وَّهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٧٦﴾ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِى قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُۥ بِمَآ أَخْلَفُوا۟ ٱللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا۟ يَكْذِبُونَ ﴿٧٧﴾﴾

''اور ان میں ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اللہ سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ہمیں اپنا فضل دے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور نیک بن جائیں گے۔ جب اس نے انھیں اپنا فضل دیا تو اس سے کنجوسی کر گئے اور اعراض کرتے ہوئے پیٹھ پھیر گئے۔ تو اللہ نے اس کی سزا میں ان کے دلوں میں اس دن تک کے لیے نفاق پیدا کر دیا جس دن وہ اس سے ملیں گے، کیونکہ انھوں نے اللہ کے وعدے کی خلاف ورزی کی اور جھوٹ بولتے رہے۔''[1]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ٱلَّذِىٓ ءَاتَيْنَـٰهُ ءَايَـٰتِنَا فَٱنسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ ٱلشَّيْطَـٰنُ فَكَانَ مِنَ ٱلْغَاوِينَ ﴿١٧٥﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَـٰهُ بِهَا وَلَـٰكِنَّهُۥٓ أَخْلَدَ إِلَى ٱلْأَرْضِ وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ ۚ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ ٱلْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ۚ ذَّٰلِكَ مَثَلُ ٱلْقَوْمِ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَـٰتِنَا ۚ فَٱقْصُصِ ٱلْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ

---

[1] التوبة 9:75-77

﴿يَتَفَكَّرُونَ ﴿١٧٦﴾﴾

''اور ان کے سامنے اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں، پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا۔ پھر شیطان نے اُسے اپنے پیچھے لگا لیا۔ سو وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ دیتے لیکن وہ تو زمین کی طرف جھک پڑا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا۔ سو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ تو اس پر حملہ کرے یا چھوڑ دے وہ دونوں حالتوں میں ہانپتا ہے۔ یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ اس حال کو بیان کر دیجیے، شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔''[1]

غیر اللہ سے محبت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ ٱللَّهِ ۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۗ وَلَوْ يَرَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓا۟ إِذْ يَرَوْنَ ٱلْعَذَابَ أَنَّ ٱلْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾﴾

''بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اوروں کو اللہ کے شریک ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے۔ اور جو ایمان لائے وہ اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا اگر وہ (آخرت کو) دیکھ لیں جب وہ عذاب دیکھیں گے (تو جان لیں) کہ تمام طاقت اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔''[2]

---

[1] الأعراف 7:175-176 [2] البقرة 2:165

ان لوگوں کی ایک اور صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر اس کے ساتھ شریک بناتے ہیں۔ یہ بتوں، پتھروں، درختوں، ستاروں یا مخصوص نظریات، قومیت، رنگ، وطن، سرزمین، مجلس اور سیاسی جماعت کو اللہ تعالیٰ کے برابر کا درجہ دیتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہیے۔ اس صفت کے لوگ ہمارے اس زمانے میں بہت زیادہ ہیں۔ بہت سے لوگ ان چیزوں سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اسلام کی محبت پر انھیں اولیت دیتے ہیں۔ بہت سے جاہلیت کے حکم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر اولیت دیتے ہیں اور قیامت کے روز ایسے رہنماؤں اور پیشواؤں کے معتقدین ان سے بیزاری ظاہر کریں گے اور ان کے درمیان تکرار و عداوت اور بغض و لعنت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِذْ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُوا۟ مِنَ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوا۟ وَرَأَوُا۟ ٱلْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ ٱلْأَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوا۟ لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا۟ مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ ٱللَّهُ أَعْمَٰلَهُمْ حَسَرَٰتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُم بِخَٰرِجِينَ مِنَ ٱلنَّارِ ﴿١٦٧﴾﴾

”اور جب پیشوا اپنے پیروکاروں سے براءت ظاہر کریں گے اور عذاب دیکھ لیں گے اور ان کے رشتے کٹ جائیں گے، تو ان کے پیروکار کہیں گے کہ کاش! ہمارے لیے واپس ہونا ممکن ہوتا تو ہم ان سے بیزار ہو جاتے جیسے وہ ہم سے بیزار ہو گئے۔ ایسے ہی اللہ ان کے اعمال کو ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ جہنم سے نکل نہیں پائیں گے۔“[1]

---

[1] البقرۃ 2:166-167

جھگڑے اور فساد کی خصلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُعۡجِبُكَ قَوۡلُهُۥ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلۡبِهِۦ وَهُوَ أَلَدُّ ٱلۡخِصَامِ ﴿٢٠٤﴾ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي ٱلۡأَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيهَا وَيُهۡلِكَ ٱلۡحَرۡثَ وَٱلنَّسۡلَۚ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلۡفَسَادَ ﴿٢٠٥﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُ ٱتَّقِ ٱللَّهَ أَخَذَتۡهُ ٱلۡعِزَّةُ بِٱلۡإِثۡمِۚ فَحَسۡبُهُۥ جَهَنَّمُۖ وَلَبِئۡسَ ٱلۡمِهَادُ ﴿٢٠٦﴾﴾

''اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جس کی بات دنیاوی زندگی کے بارے میں آپ کو پسند آتی ہے اور وہ اپنے دل میں جو کچھ ہے اس پر اللہ کو شاہد بناتا ہے، جبکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔ اور جب واپس ہوتا ہے تو زمین میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ فصل اور چوپایوں کو ہلاک کرتا ہے۔ اور اللہ بگاڑ کو پسند نہیں کرتا۔ اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو اس میں گناہ کا جوش ابھر جاتا ہے۔ اس کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''[1]

اس طرح کا شخص جب کوئی بات کرتا ہے تو اس کی بات سامعین کو بے حد پسند آتی ہے۔ وہ خود کو مخلص، وطن پرست اور خیر خواہ ثابت کرتا ہے۔ حالات، علماء، ذمہ دار افراد اور دیگر لوگوں پر تنقید کرتا ہے۔ اپنے خلوص پر اللہ کو شاہد بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہوتا ہے۔ اس کے دل میں کوئی خیر ہوتی ہے نہ رحم اور نہ حالات کو سدھارنے اور ان کی اصلاح کرنے کا جذبہ۔ اس کا باطن ظاہر سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ جھوٹا، فریب کار اور مکار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] البقرۃ 2:204-206

﴿وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿٢٠٥﴾﴾

''اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے۔''[1]

جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو وہ جوش میں آ جاتا ہے اور جو شخص اسے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہو، اس کا مخالف بن جاتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا ہے نہ شرم وحیا بلکہ اس میں گناہ کا جوش ابھر آتا ہے۔ وہ گناہ سے ڈرتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم کی وعید سنائی ہے جو اس کے لیے کافی ہے اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔

گمراہی اور تجدّد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ ﴿٣﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَن تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿٤﴾﴾

''اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو بغیر علم، اللہ کے بارے میں لڑتا ہے اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتا ہے، اس (شیطان) پر لکھ دیا گیا ہے کہ جو شخص اسے سرپرست بنائے گا وہ اسے گمراہ کر دے گا اور بھڑکتی آگ کا راستہ دکھائے گا۔''[2]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ

[1] البقرة 205:2 [2] الحج 22:3-4

﴿ ثَانِيَ عِطْفِهِۦ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ لَهُۥ فِي ٱلدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَنُذِيقُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ عَذَابَ ٱلْحَرِيقِ ۝٩ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّـٰمٍ لِّلْعَبِيدِ ۝١٠ ﴾

''اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر علم وہدایت اور روشن کتاب کے، پہلوتہی کرتے ہوئے بحث کرتا ہے تاکہ اللہ کے راستے سے گمراہ کر دے، اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ہم اسے قیامت کے روز جلنے کا عذاب چکھائیں گے۔ (کہا جائے گا:) یہ تیرے کرتوت کا بدلہ ہے اور اللہ بندوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔''[1]

یہ وضاحت ایسے لوگوں کے بارے میں کی گئی ہے جو برہان ودلیل اور کتاب وسنت سے ماخوذ علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدانیت، اس کی قدرت، علم یا کسی صفت وغیرہ کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔ ان کا مقصد حقیقت تک پہنچنا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ظاہر ہو جانے کے باوجود اس سے کترانے کے لیے بحث کرتے ہیں۔ وہ نصوص شرعیہ کی تاویل کرتے ہیں اور پہلو بدل بدل کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی گمراہی انھیں تکبر، بگاڑ اور فساد تک پہنچاتی ہے۔ انھی کے لیے اللہ کی طرف سے دنیا میں رسوائی، ذلت واہانت اور آخرت میں جلنے کا عذاب ہے۔

آپ ایسے لوگوں کو اکثر مقامات پر دیکھ سکتے ہیں اور بہت سے اخبارات و رسائل اور کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ سے دور اور گمراہی کے علم بردار ہیں جو آزادئ نسواں، ترقی، تجدید یا جھوٹی ثقافت وغیرہ کے جھوٹے نعروں اور خوش نما ناموں سے بے حیائی اور برائی کو عام کرتے اور مسلم معاشرے کو بگاڑنے کے لیے بحث کرتے ہیں:

---

[1] الحج 22:8-10

﴿وَإِنَّ ٱلشَّيَـٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوۡلِيَآئِهِمۡ لِيُجَـٰدِلُوكُمۡۖ وَإِنۡ أَطَعۡتُمُوهُمۡ إِنَّكُمۡ لَمُشۡرِكُونَ ﴿١٢١﴾﴾

''اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں وسوسہ ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو یقیناً مشرک ہو گے۔''[1]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوّٗا شَيَـٰطِينَ ٱلۡإِنسِ وَٱلۡجِنِّ يُوحِي بَعۡضُهُمۡ إِلَىٰ بَعۡضٖ زُخۡرُفَ ٱلۡقَوۡلِ غُرُورٗاۚ﴾

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن جنوں اور انسانوں میں سے بہت سے شیطان پیدا کیے ہیں جن میں سے بعض بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے ہیں تاکہ ان کو دھوکے میں ڈال دیں۔''[2]

موجودہ دور میں کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جن کی باتیں دھیان سے سنی مانی جاتی ہیں جبکہ وہ اسلام کو جانتے تک نہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلِتَصۡغَىٰٓ إِلَيۡهِ أَفۡـِٔدَةُ ٱلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡأٓخِرَةِ وَلِيَرۡضَوۡهُ وَلِيَقۡتَرِفُواْ مَا هُم مُّقۡتَرِفُونَ ﴿١١٣﴾﴾

''تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے دل جھک جائیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ اس پہ خوش رہیں اور جو برائیاں وہ کر رہے ہیں کرتے رہیں۔''[3]

تشکیک وتذبذب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] الأنعام 121:6 [2] الأنعام 112:6 [3] الأنعام 113:6

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَعْبُدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُۥ خَيْرٌ ٱطْمَأَنَّ بِهِۦ ۖ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ ٱنقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِۦ خَسِرَ ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْخُسْرَانُ ٱلْمُبِينُ ﴿١١﴾ يَدْعُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُۥ وَمَا لَا يَنفَعُهُۥ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلضَّلَٰلُ ٱلْبَعِيدُ ﴿١٢﴾ يَدْعُوا۟ لَمَن ضَرُّهُۥٓ أَقْرَبُ مِن نَّفْعِهِۦ ۚ لَبِئْسَ ٱلْمَوْلَىٰ وَلَبِئْسَ ٱلْعَشِيرُ ﴿١٣﴾﴾

''اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی عبادت کنارے پر رہ کر (شک وشبہ اور تذبذب کا شکار ہو کر) کرتے ہیں۔ انھیں خیر حاصل ہو تو اس سے مطمئن رہتے ہیں اور اگر کوئی فتنہ آن پڑے تو منہ کے بل پلٹ جاتے ہیں۔ انھوں نے دنیا اور آخرت دونوں میں گھاٹا پایا۔ یہی کھلا گھاٹا ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر اسے پکارتے ہیں جو انھیں نقصان پہنچا سکتا ہے نہ فائدہ۔ یہی تو دور کی گمراہی ہے وہ اسے پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے فائدے سے نزدیک تر ہے، بلاشبہ بُرا ہے کارساز اور بلاشبہ بُرا ہے وہ ساتھی۔''[1]

اس صفت کے لوگوں میں سچا عقیدہ نہیں ہوتا۔ انھیں دین پر استقامت نہیں ہوتی اور وہ دنیاوی مفادات کی خاطر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر اس سے دنیاوی فائدہ ہو تو مطمئن رہتے ہیں اور مسلسل اس کی عبادت کرتے رہتے ہیں لیکن اگر کوئی مادی نقصان اور گھاٹا ہو جائے تو منہ کے بل پلٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش پر اتر آتے ہیں، جو کچھ بھی نقصان اور فائدہ پہنچانے کی سکت نہیں رکھتے۔

یہ وہی لوگ ہیں جو نام کے مسلمان ہوتے ہیں اور قبروں پر دعا کرتے اور بت پرست ہیں، خواہ دورِ جاہلیت کی بت پرستی ہو یا اس زمانے کی۔ ایسے لوگوں کے انداز واطوار نے دورِ جاہلیت کی بت پرستی کی جگہ حاصل کر لی ہے، جیسے شخصیت پرستی، مفاد پرستی، وظائف پرستی۔ وہ سیاسی

---

[1] الحج 22:11-13

پارٹیوں یا مادی منفعت یا دنیاوی مال و جاہ کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی عبادت دنیاوی مفاد کے لیے کرتے ہیں اور اس کے سوا ان کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا۔

عصر حاضر میں اس طرح کے بہت سے لوگ ہیں۔ انھیں وہ لوگ پہچان لیتے ہیں جو اللہ کی مخلوقات میں تفکر کرتے ہیں اور وہ ان کے شر سے محفوظ رہتے ہیں جبکہ کتنے ہی سادہ لوح لوگ ان کے فتنوں سے شکست کھا جاتے ہیں اور گمراہ ہو کر اپنی منزل سے دور ہو جاتے ہیں اور آخر کار دنیا و آخرت کھو بیٹھتے ہیں، یہی کھلا خسارہ ہے۔

بری بات پکار کر کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَّا يُحِبُّ ٱللَّهُ ٱلْجَهْرَ بِٱلسُّوٓءِ مِنَ ٱلْقَوْلِ إِلَّا مَن ظُلِمَ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ﴿١٤٨﴾﴾

''اللہ تعالیٰ پکار کر بری بات کرنا پسند نہیں کرتا، سوائے اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔ (وہ ظالم کا ظلم کھلم کھلا بیان کر سکتا ہے) اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔''[1]

زیادتی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ ﴿١٩٠﴾﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔''[2]

---

[1] النساء 148:4 [2] البقرة 190:2

کفر اور گناہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿٢٧٦﴾﴾

''اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گناہ گار کو دوست نہیں رکھتا۔''[1]

نیز فرمایا:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿٣٨﴾﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی خائن ناشکرے سے محبت نہیں کرتا۔''[2]

اور فرمایا:

﴿إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٤٥﴾﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔''[3]

ظلم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٤٠﴾﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔''[4]

---

① البقرة 276:2 ② الحج 38:22

③ الروم 45:30 ④ الشوریٰ 40:42

اترانا اور فخر کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿٣٦﴾﴾

''اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت نہیں کرتا جو اِتراتا اور فخر کرتا ہو۔''[1]

فساد برپا کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾﴾

''اور اللہ تعالیٰ فسادیوں سے محبت نہیں کرتا۔''[2]

نیز فرمایا:

﴿وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلْفَسَادَ ﴿٢٠٥﴾﴾

''اور اللہ تعالیٰ فساد پسند نہیں کرتا۔''[3]

خیانت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿١٠٧﴾﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی خائن گناہ گار سے محبت نہیں کرتا۔''[4]

---

[1] النساء 36:4 [2] المائدۃ 64:5

[3] البقرۃ 205:2 [4] النساء 107:4

تکبر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْتَكْبِرِينَ ﴿٢٣﴾﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ مغروروں کو دوست نہیں رکھتا۔''[1]

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، مغرور سے محبت نہیں کرتا۔''[2]

دنیاوی چیزوں پر خوش ہونا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔''[3]

اسراف

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''[4]

---

① النحل 23:16 ② لقمان 18:31

③ القصص 76:28 ④ الأعراف 31:7

بدزبانی و برائی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ تَعَالٰی لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ»

''اللہ تعالیٰ دریدہ دہن (منہ پھٹ) کو ناپسند کرتا ہے۔''[1]

خود پسندی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ»

''اللہ تعالیٰ کسی خود پسند مغرور کو پسند نہیں کرتا۔''[2]

بھائیوں سے ترش روئی کے ساتھ ملنا

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ الْمُعَبِّسَ فِي وُجُوهِ إِخْوَانِهِ»

''اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرتا ہے جو اپنے بھائیوں سے منہ بسور کر ملتا ہے۔''[3]

ضدی سائل

آپ نے فرمایا:

---

① جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی حسن الخلق، ح:2002

② مسند أحمد:3/482-483 وهو صحيح

③ جمع الجوامع للسيوطی، حديث:5181 وقال الألبانی: إنه موضوع، انظر: ضعيف الجامع الصغير، :244، حديث:1692

«إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ السَّائِلَ الْمُلْحِفَ»

''اللہ تعالیٰ اس سائل کو پسند نہیں کرتا جو چمٹ کر (بہت اصرار کے ساتھ) سوال کرتا ہو۔''[1]

ظالم مال دار، نادان بوڑھا، مغرور غریب

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبْغِضُ الْغَنِيَّ الظَّلُومَ وَالشَّيْخَ الْجَهُولَ وَالْعَائِلَ الْمُخْتَالَ»

''اللہ تعالیٰ ظالم مال دار، بداخلاق بوڑھے اور مغرور غریب کو پسند نہیں فرماتا۔''[2]

ہمیں مذکورہ بالا ناپسندیدہ انسانی صفات سے بچنا چاہیے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بن سکیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا انسانوں سے محبت کرنا بہت بڑی سعادت اور خوش بختی ہے بلا شبہ اس کا بہت فائدہ ہے۔ اس کی وجہ سے وہ اپنے نیک بندوں اور فرشتوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے جو مومنوں کے لیے اولین بشارت ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ، فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ، قَالَ: فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ فَيَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، قَالَ: ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ، وَإِذَا أَبْغَضَ اللّٰهُ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ

---

[1] أخرجه الديلمي في الجامع الكبير كما نقل عنه الألباني في الصحيحة:311/3 و قد صححه، برقم: 1320

[2] المعجم الأوسط للطبراني:130/4 حديث:5458 وقد ضعفه الألباني في الضعيفة برقم:1805 وقال: ضعيف جدا

فَيَقُولُ: إِنِّي أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ، قَالَ: فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوهُ، قَالَ فَيُبْغِضُونَهُ، ثُمَّ تُوضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ»

"جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو تو جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر وہ (جبریل) آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے اس لیے تم بھی اس سے محبت کرو تو اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین میں اسے مقبول بنا دیا جاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں کو ناپسند کرتا ہوں، تم بھی اس سے ناراض ہو جاؤ تو جبریل علیہ السلام اس سے ناخوش ہو جاتے ہیں، پھر آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے ناراض ہے اس لیے اس سے ناراض ہو جاؤ، پھر اس کے متعلق بغض و عداوت زمین میں عام کر دی جاتی ہے۔"[1]

ان سب باتوں کا حاصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

«اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّوكَ»

"دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ اللہ تم سے محبت کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے بے رغبت ہو جاؤ لوگ تم سے محبت کریں گے۔"[2]

اے اللہ! ہم تجھ سے تیری محبت کا اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اس کی محبت کا اور ہر اس عمل سے محبت کا سوال کرتے ہیں جو ہمیں تیری محبت کے قریب کر دے۔ (آمین)

---

[1] صحیح مسلم، البر والصلة، باب إذا أحب اللّٰه عبدًا حبّبه إلى عباده، حديث:2637

[2] سنن ابن ماجه، الزهد، باب الزهد في الدنيا، حديث:4102

باب 4

صراط مستقیم پر چلنے والوں کی صفات و کردار

انسان ہدایت کیسے حاصل کرے؟

انسان اپنی ذاتی کوشش اور اللہ کی توفیق سے صراط مستقیم پر گامزن ہوتا ہے اور رشد و ہدایت کے ذریعے سے مقتدر رتبے تک رسائی حاصل کر لیتا ہے یا پھر وہ نچلے گڑھوں میں گر کر اسفل السافلین کے درجے تک جا پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّىٰهَا ۝٧ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَىٰهَا ۝٨ قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّىٰهَا ۝٩ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّىٰهَا ۝١٠﴾

''اور نفس کی قسم! اور جس نے اسے درست بنایا! پھر اس کے دل میں بدی اور نیکی کو ڈالا جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہو گیا۔''[1]

اللہ تعالیٰ کا مزید ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَـٰنَ فِىٓ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝٤ ثُمَّ رَدَدْنَـٰهُ أَسْفَلَ سَـٰفِلِينَ ۝٥ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝٦﴾

''اور ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا اور پھر اسے نیچوں سے نیچا کر دیا مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا۔''[2]

اور جب انسان خود کوشش کرتا ہے تو اللہ اس کی مدد کرتا، اسے اس کی توفیق دیتا اور اسے

---

[1] الشمس 91:7-10 [2] التين 95:4-6

سیدھے راستے کی ہدایت دے دیتا ہے۔اس کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَٰهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾

”اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم انھیں اپنا راستہ ضرور دکھائیں گے۔“[1]

اور فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَءَاتَىٰهُمْ تَقْوَىٰهُمْ ۝١٧﴾

”اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ انھیں ہدایت میں بڑھا دیتا ہے اور انھیں ان کی پرہیزگاری عطا فرماتا ہے۔“[2]

لیکن جو شخص سچائی کے مقابلے میں سرکشی اختیار کر لے اور اللہ کی آیات کو دیکھ کر ایمان نہ لائے، ہدایت کا راستہ دیکھ کر اسے اختیار نہ کرے اور گمراہی کا راستہ دیکھ کر اسے اپنا لے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ اللہ اسے سچائی سے پھیر دیتا ہے۔اس کا ارشاد ہے:

﴿سَأَصْرِفُ عَنْ ءَايَٰتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِن يَرَوْا كُلَّ ءَايَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِـَٔايَٰتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَٰفِلِينَ ۝١٤٦﴾

”عنقریب ہم ان لوگوں کو اپنی آیتوں سے پھیر دیں گے جو زمین میں ناروا تکبر کرتے ہیں اور تمام آیات کو دیکھتے ہوئے بھی ان پر ایمان نہیں لاتے اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھتے ہیں تو اسے اپناتے نہیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھتے ہیں تو اسے اپنا لیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔“[3]

---

① العنکبوت 69:29 ② محمد 17:47 ③ الأعراف 146:7

صراط مستقیم

جس پر انسان کا چلنا ضروری ہے

یہ وہی راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین رحمہم اللہ کا راستہ ہے، جن پر اللہ تعالیٰ کی نوازشات ہوئیں، جو راستہ غضب کیے گئے اور گمراہ لوگوں کے راستے سے الگ ہے۔ یہ وہی راستہ ہے جس کے لیے انسان اپنی نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے:

﴿ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ ۝٦﴾

''ہمیں سیدھی راہ دکھا دے۔''[1]

یہ وہی راستہ ہے کہ جس نے اسے کھو دیا وہ کھلے گھاٹے میں پڑ گیا:

﴿وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ ٱلطَّيْرُ أَوْ تَهْوِى بِهِ ٱلرِّيحُ فِى مَكَانٍ سَحِيقٍ ۝٣١﴾

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر گیا اور اسے پرندے جھپٹ رہے ہیں یا ہوا اسے دور دراز جگہ میں پھینک رہی ہے۔''[2]

---

[1] الفاتحة 6:1 [2] الحج 31:22

یہ ہدایت کا وہی راستہ ہے جس پر انسانوں کو چلانے کے لیے پیغمبر بھیجے گئے اور کتابیں نازل کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الٓرۚ كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ ٱلنَّاسَ مِنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَٰطِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَمِيدِ ۝١﴾

''(یہ ایک اہم) کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف، ایسے راستے کی طرف لائیں جو زبردست اور تعریفوں والے (اللہ) کا راستہ ہے۔''[1]

یہی اولین مومنین، مہاجرین، انصار اور ان پاک باز بندوں کا راستہ ہے جنھوں نے اعتقاد اور سیرت میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِۦ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ۝١١٥﴾

''اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے بعد رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے گا، ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھر رہا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔''[2]

ایک ہی ہموار، سیدھا اور کشادہ راستہ ہے جو جنت تک پہنچاتا ہے۔ دوسرے تمام راستے اس راستے کے دائیں بائیں اور اس سے الگ ہیں۔ جو شخص ان پر چلے گا وہ فرقہ بندیوں اور اختلاف میں پڑ کر راہ راست سے بہت دور ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسْتَقِيمًا فَٱتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن

---

[1] إبراهيم 1:14 [2] النساء 115:4

سَبِیلِهِۦ ﴾

''اور بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو ورنہ تمھیں اللہ کے راستے سے دور کر دیں گے۔''[1]

دین میں غلو یا کوتاہی دونوں صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں اور اسی کی وجہ سے کچھ مسلم جماعتوں میں انحراف پیدا ہو گیا ہے، جیسے شیعوں نے اہل بیت کی شان میں، صوفیا نے اولیا کی شان میں اور اہل مذاہب نے اپنے علماء اور ائمہ کی شان میں غلو سے کام لیا اور خارجیوں نے الگ نظریہ بنا کر عام مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا، لیکن اہل سنت والجماعت بغیر افراط وتفریط کے صراط مستقیم پر چل رہے ہیں اس لیے کہ اہل سنت والجماعت اپنے علماء یا کسی دوسرے کی شان میں ایسا غلو نہیں کرتے جو ان کی عبادت کرنے یا اللہ کو چھوڑ کر انھیں دوست بنا لینے کی منزل تک پہنچا دے، نیز وہ دین کے ہر مسئلے میں کتاب وسنت کی دلیل دیکھتے ہیں۔

بے شک صراط مستقیم بڑا نازک اور کٹھن راستہ ہے جس پر چلنے کے لیے علم اور صبر کی ضرورت ہے۔ یہ وہ مانوس راستہ ہے جس میں کوئی کجی نہیں ہے۔ اس پر سلف چل چکے ہیں اور ہدایت یافتہ لوگ اسی پر چلتے آرہے ہیں اور آئندہ قیامت تک اہل ایمان اسی پر چلیں گے۔ یہ کشادہ ہے اور ہدایت پانے والوں کے لیے وسعت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت تک رسائی کا ذریعہ ہے اور جب کوئی اس کی معرفت کے لیے اس پر چلنے اور اس کے راہیوں سے محبت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے لیے آسان اور مختصر ہو جاتا ہے، لہٰذا انسان کے لیے تمام واجبات سے ضروری یہ ہے کہ اس کی معرفت حاصل کرے اور اس کا راہ نورد بن جائے، اللہ والوں سے محبت ودوستی رکھے اور اس کے دشمنوں سے عداوت رکھے اور مخلوق کی اسی راستے کی طرف راہنمائی کرنے کی کوشش کرے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے ان اسماء

---

[1] الأنعام 153:6

اور صفات سمیت ضروری ہے جو اس کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت میں مذکور ہیں جن میں مخلوق کی صفات کے ساتھ تشبیہ کا کوئی شائبہ ہو نہ کوئی تاویل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ۝١١﴾

''اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔''[1]

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهِۦٓ﴾

''اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے۔''[2]

یعنی اللہ تعالیٰ کے علوم میں سے کسی علم کا بھی احاطہ نہیں ہو سکتا۔

ہم ان صفات کو واضح کرتے ہیں جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں اور اس کیفیت کی نفی کرتے ہیں جسے ہمارے سلف صالحین نے ناپسند فرمایا۔ ہم اس سے راضی ہیں جس پر ہمارے سلف صالحین راضی رہے اور بلا تردد علمائے اہل حدیث وسنت اس سلسلے میں دوسروں سے زیادہ علم رکھتے ہیں، لہٰذا جو بھی مختلف فیہ مسئلہ آپ کے سامنے آئے گا، اس میں آپ کو سچائی انھی کے پاس ملے گی۔ ائمہ اربعہ، امام بخاری، مسلم، اوزاعی، نووی، ابن تیمیہ، ابن قیم اور شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ زیادہ تر ائمہ ومحدثین اسی صف میں شامل ہیں اور سلف صالحین کے بعد یہی لوگ درستگی کے قریب تر اور جائز وناجائز کے بارے میں زیادہ جاننے والے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بہت سے فلاسفہ اور اہل بدعت، سچائی سامنے آجانے کے باوجود، اس سے انحراف کر گئے جبکہ اہل سنت والجماعت میں سے ایک بھی شخص دین سے نہیں پھرا، کیوں کہ ایمان کی بشاشت جب دل میں پیوست ہو جاتی ہے تو پھر کوئی اسے دل سے نکال نہیں سکتا۔

---

[1] الشوریٰ 11:42 [2] البقرة 255:2

اگر ان کے کچھ افراد میں نقص ہے تو دوسروں میں ان سے زیادہ اور بڑھ کر ہے کیونکہ اہل سنت والجماعت ہی صحیح اور ٹھوس دلائل رکھنے والے اہل بینات ہیں جبکہ دوسروں کے ہاں فاسد پیمانے ہیں۔ وہ اپنی عقلوں کو فیصلہ کن مانتے ہیں جن میں تندرست و بیمار اور فاسد سبھی عقلیں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَـٰتِ فَرِحُوا۟ بِمَا عِندَهُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ﴾

''تو جب ان کے پاس ان کے پیغمبر دلیلیں لائے تو وہ اپنے علم پر اِترانے لگے۔''[1]

اہل سنت ہی احادیث رسول ﷺ کو سب سے زیادہ جانتے ہیں اور قرآن وسنت کی معرفت میں دوسروں سے بڑھ کر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سب سے بہتر علم رکھنے والے ہیں۔ وہ حرص و ہوا اور گمراہی و شک سے بہت دور رہتے ہیں لیکن اس کے برخلاف دوسرے لوگ شکوک و تردد، اعتراضات وقیاسات، تقلید وجدال اور ہوا وہوس میں مبتلا رہتے ہیں جبکہ درحقیقت یہ چیزیں علم نہیں بلکہ نفس پرستی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَآئِهِم﴾

''بہت سے (گمراہ) لوگ بغیر علم کے اپنی نفس پرستی کی وجہ سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔''[2]

اللہ تبارک وتعالیٰ کا مزید ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ ٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ ٱللَّهِ﴾

''اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی (طرف سے) ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کے پیچھے چلتا ہو۔''[3]

---

① المؤمن 83:40 ② الأنعام 119:6 ③ القصص 50:28

ان آیات کی رُو سے اللہ کی ہدایت اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہی علم ہے۔ اہل سنت والجماعت ہر قسم کے تکبر، عناد اور بری عادات سے دور رہنے والے ہیں جبکہ دوسروں میں تکبر وعناد سب سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ وہ تکبر وعناد میں یہودیوں کے مشابہ اور گمراہی میں عیسائیوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ اگر کوئی انسان اللہ کے لیے سب سے الگ ہو کر سچائی کی تلاش اور جستجو کرے تو اللہ اسے اپنی توفیق اور صراط مستقیم کی ہدایت سے نواز دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ جَٰهَدُواْ فِينَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَاۚ﴾

''اور جو لوگ ہمارے بارے میں کوشش کریں گے ہم انھیں ضرور اپنے راستے کی ہدایت نصیب کریں گے۔''[1]

لیکن جو شخص تکبر وعناد رکھتا ہو اور بری عادات کا شکار ہو وہ صراط مستقیم سے دور کر دیے جانے کا اہل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿سَأَصۡرِفُ عَنۡ ءَايَٰتِيَ ٱلَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي ٱلۡأَرۡضِ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّ وَإِن يَرَوۡاْ كُلَّ ءَايَةٖ لَّا يُؤۡمِنُواْ بِهَا وَإِن يَرَوۡاْ سَبِيلَ ٱلرُّشۡدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلٗا وَإِن يَرَوۡاْ سَبِيلَ ٱلۡغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلٗاۚ﴾

''عنقریب میں ایسے لوگوں کو اپنی نشانیوں سے دور ہی رکھوں گا جو دنیا میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی وہ ان پر ایمان نہ لائیں گے اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں گے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اختیار کر لیں گے۔''[2]

اللہ کے ذکر سے غفلت اور کتاب وسنت کا علم نہ سیکھنا باطل عقائد کو اپنانے اور

---

① العنکبوت 69:29 ② الأعراف 146:7

صراط مستقیم سے بھٹک جانے کا سبب ہوتا ہے کیونکہ کتاب وسنت کا علم ہی ذریعۂ ہدایت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَٰبٌ مُّبِينٌ ۝١٥ يَهْدِى بِهِ ٱللَّهُ مَنِ ٱتَّبَعَ رِضْوَٰنَهُۥ سُبُلَ ٱلسَّلَٰمِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذْنِهِۦ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝١٦﴾

''بلاشبہ تمھارے پاس اللہ کا نور اور کھلی کتاب آ چکی ہے۔ جس کے ذریعے سے اللہ اس شخص کو امن کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی رضا کی پیروی کرتا ہو اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور انھیں صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔''[1]

اور فرمایا:

﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِى مَا ٱلْكِتَٰبُ وَلَا ٱلْإِيمَٰنُ وَلَٰكِن جَعَلْنَٰهُ نُورًا نَّهْدِى بِهِۦ مَن نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِىٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝٥٢ صِرَٰطِ ٱللَّهِ ٱلَّذِى لَهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۗ أَلَآ إِلَى ٱللَّهِ تَصِيرُ ٱلْأُمُورُ ۝٥٣﴾

''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا۔ آپ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنایا جس کے ذریعے سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور یقیناً آپ سیدھے راستے کی ہدایت کر رہے ہیں، اس اللہ کے راستے کی جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے، سن لو! اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹائے جاتے ہیں۔''[2]

[1] المائدة 5:15-16 [2] الشورىٰ 42:52-53

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ»

''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔''[1]

اور اہل سنت والجماعت ہی اہل معرفت ویقین اور اہل علم ہیں۔ اپنے اعتقاد کی صحت پر بھرپور یقین رکھتے ہیں لیکن دوسرے لوگ شک وتردد کے حامل ہوتے ہیں۔ اسی طرح اہل سنت والجماعت فتنوں پر صبر کرتے ہیں (اللہ ہمیں فتنوں سے پناہ میں رکھے) اور اپنے عقیدے کے درست ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴿٢٤﴾﴾

''اور جب انھوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم کے ذریعے سے رہنمائی کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔''[2]

یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین، صحابہ وتابعین اور علمائے دین، جیسے امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے اتنا صبر کیا جس کا دوسروں کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور اہل سنت والجماعت میں باہم سب سے زیادہ الفت ومحبت اور اتفاق پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿١١٨﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ﴾

''وہ لوگ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے، سوائے ان کے جن پر آپ کا رب رحم فرمائے (وہ باہم اختلاف نہیں کریں گے۔'')[3]

لوگ جیسے جیسے سچائی اور حقیقت سے دور ہوتے گئے ان میں فرقہ بندی اور اختلاف بڑھتا

---

[1] صحیح البخاری، العلم، باب من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین، حدیث:71

[2] السجدۃ 24:32 [3] ھود 11:118-119

گیا کیونکہ وہ خود اسلام کے ناقابل شکست مضبوط رشتے سے کٹتے گئے۔ ایسے ہی اہل سنت والجماعت کے سوا دوسروں میں دل کی بیماریاں اور نافرمانیاں نمایاں اور ظاہر ہیں۔ یہ بیماریاں اور نافرمانیاں ہر اس شخص کو نظر آ جائیں گی جو ان کے علماء اور قائدین کے حالات پر غور کرے گا۔ وہ ایسی نافرمانیوں اور برائیوں میں ملوث ہیں جن میں کچھ کی سرحدیں شرک اکبر سے مل جاتی ہیں جیسے میت سے دعا اور فریاد کرنے کی اجازت وغیرہ لیکن اہل سنت گناہوں سے بہت دور رہتے ہیں اور اگر ان کے کچھ افراد میں گناہ پایا جاتا ہے تو وہ دوسروں کی نسبت بہت کم ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«اَلسُّنَّةُ سَفِينَةُ نُوحٍ مَّنْ رَّكِبَهَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ»

''سنت کشتی نوح ہے جو اس پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ڈوب گیا۔''[1]

[1] المدونة الكبرىٰ، كتاب مناقب سيدنا الإمام مالك،للعلامة عيسىٰ بن مسعود الزواوى:85/1

بلند پایہ شخصیات کی مثالیں

تاریخ میں بہت سے ایسے مردوں اور عورتوں کا ذکر ملتا ہے جنھیں استقامت، حسن سیرت اور قابل تعریف خوبیوں کا دلکش نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے متعلق بہت کچھ بیان فرمایا ہے۔ ان میں انبیاء علیہم السلام سب سے افضل ہیں۔ انھوں نے عقیدے اور اس کی حفاظت کی ایسی دیرپا اور مستحکم مثالیں پیش کی ہیں، جو دعوت الی اللہ وجہاد فی سبیل اللہ، اہل باطل سے معرکہ آرائی اور بہترین سیرت سے آراستہ ہونے میں ضرب المثل ہیں، چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ④﴾

''بے شک آپ بلند اخلاق پر (فائز) ہیں۔''[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«مَا مَسِسْتُ حَرِيرًا وَّلَا دِيبَاجًا أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَا شَمِمْتُ رِيحًا قَطُّ ـ أَوْ عَرْفًا قَطُّ ـ أَطْيَبَ مِنْ رِّيحِ ـ أَوْ عَرْفِ ـ النَّبِيِّ ﷺ»

''میں نے کسی دیباج یا حریر، (یعنی ریشم) کو نہیں چھوا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک

[1] القلم 4:68

سے زیادہ نرم ہو اور نہ آپ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو سونگھی۔“[1]

نیز فرماتے ہیں:

«خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي: أُفٍّ وَّلَا لِمَ صَنَعْتَ؟ وَلَا أَلَا صَنَعْتَ»

”میں دس سال آپ کا خادم رہا آپ نے مجھے کبھی ”اف“ تک نہیں فرمایا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا ہے؟ نہ یہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟“[2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جان و مال سے رسول اللہ ﷺ کی مدد کی اور سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی۔ فتنہ ارتداد کے زمانے میں سخت موقف اپنایا اور فرمایا:

«وَاللهِ! لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا»

”واللہ! اگر وہ مجھ سے ایک رسی بھی روکیں گے، جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کر رہے تھے تو میں اس کے روکنے پر ان سے لڑوں گا۔“[3]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی پیٹھ پر آٹا اٹھا لیتے تھے اور رات کے وقت یتیموں کے لیے خود کھانا تیار کرتے تھے اور یہ وہ شخصیت ہیں کہ جن کے ڈر سے شیطان فرار ہو جاتا تھا۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

يَا مَنْ رَأَى عُمَرَ الْفَارُوقَ يَشْغَلُهُ
بِاللَّيْلِ بَحْثٌ عَنِ الْمَنْكُوبِ سَهْرَانَا

---

[1] صحيح البخارى، المناقب، باب صفة النبى ﷺ، حديث:3561

[2] صحيح البخارى، الأدب، باب حسن الخلق و السخاء......، حديث:6038

[3] صحيح البخارى، الزكاة، باب وجوب الزكاة، حديث:1400

إِذَا رَأَى مُعْدِمًا أَعْطَاهُ فِي حَذَرٍ
عَنْ أَعْيُنِ النَّاسِ إِحْسَانًا وَّكِتْمَانَا
مَسْحُ الدُّمُوعِ عَنِ الْمَنْكُوبِ مَفْخَرَةٌ
أَعْظِمْ بِمَنْ جَعَلَ الْمَعْرُوفَ مَيْدَانَا

''اے وہ شخص جس نے عمر فاروق کو رات میں بیدار رہ کر مظلوم کو ڈھونڈتے دیکھا ہے۔ جب وہ کسی نادار کو دیکھ لیتے تو اسے لوگوں کی نظر سے خفیہ رکھ کر ہمدردی کے طور پر دیتے۔ مظلوم کے آنسو پونچھنا بڑا کریمانہ فعل ہے۔ وہ کتنا عظیم ہے جس نے خیر خواہی کو میدان بنا لیا۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک کے لشکر کو خود تیار کیا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وہی شخص ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرچم دیا اور فرمایا:

«لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَّجُلٌ يُّحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ يُفْتَحُ عَلَيْهِ»

''میں کل ایسے شخص کو پرچم دوں گا یا ایسا شخص اسے حاصل کرے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتے ہیں جس کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوگی۔''[1]

حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ رستم کے سامنے ایمانی غیرت وقوت سے بات کرتے ہیں اور دنیاوی زیب وزینت کی، جس پر وہ فخر کر رہا ہے، توہین کرتے ہیں۔ ربعی رضی اللہ عنہ اس کے پاس جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ وہ رومیوں کی طرح اس کے سامنے جھکتے نہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف لانے کے لیے آئے ہیں۔

---

[1] صحیح البخاری، المغازی، باب غزوۃ خیبر، حدیث:4209

یہی ایمان ہے جو انسان میں وہ جذبہ پیدا کرتا ہے جسے غافل، ناممکن ومحال سمجھتے ہیں۔ حضرت عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنتے ہیں:

"(اے میرے صحابہ)! جنت (کے حصول) کے لیے تیار ہو جاؤ جس کی وسعت آسمان وزمین کے بقدر ہے۔"

اور بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے میرا جی چاہتا ہے کہ میں بھی ایسی جنت کا اہل بن جاؤں۔ آپ نے فرمایا: بلاشبہ تو اس کا اہل ہے۔

اس وقت وہ کچھ کھجوریں ہاتھ میں لیے کھا رہے تھے۔ کھجوریں پھینک دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ساری کھجوریں کھاتے دیر ہو جائے گی۔ وہ اپنی تلوار لے کر مشرکین پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور لڑتے لڑتے شہید ہو جاتے ہیں۔ [1]

احد میں حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ فرماتے ہیں کہ تم لڑائی نہ لڑو تو کوئی بات نہیں کیونکہ تم لنگڑے ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَا عَلَى ٱلْأَعْرَجِ حَرَجٌ﴾

"لنگڑے پر (لڑائی میں شرکت نہ کرنے پر) کوئی حرج نہیں۔" [2]

تو وہ کہتے ہیں میں اپنے لنگڑے پن کے ساتھ جنت میں جانے کا امیدوار ہوں اور پھر تلوار لے کر اللہ کی راہ میں دادِ شجاعت دیتے ہیں۔

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اُحد کے دن اپنی پشت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بنا دیتے ہیں تاکہ آپ کو دشمنوں کا تیر نہ لگے۔

ایسی اور بہت سی بلند کردار شخصیات ہیں جن کی ایک طویل داستان ہے۔ اسلام کی تاریخ

---

① صحيح مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، حديث :1901 سيرة ابن هشام:87/3

② النور 61:24

ان کے کردار سے بھری پڑی ہے، جنھوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان کا سودا کیا۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا۟ مَا عَـٰهَدُوا۟ ٱللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُۥ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا۟ تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾﴾

''کچھ لوگوں نے اللہ سے کیا ہوا اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور ان میں سے کچھ نے اپنا مقصود حاصل کر لیا اور کچھ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے (اپنے وعدے میں) کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔''[1]

---

[1] الأحزاب 23:33

بلند کردار لوگ

صبر اور جاں نثاری

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی پیٹھ کو ڈھال بنا دیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے تیر نہ لگیں حتیٰ کہ خود ان کی پیٹھ تیروں سے بھر گئی۔[1]

ثبات و ایمان

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو جب قریش نے پھانسی پر لٹکایا تو وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

وَلَسْتُ أُبَالِي حِيْنَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا

عَلٰى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي

''اور جب میں مسلمان ہو کر قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس کی پروا نہیں کہ اللہ کے لیے کس پہلو پر میری شہادت ہو رہی ہے۔''[2]

---

[1] ابن هشام: 87/3

[2] صحيح البخاري، الجهاد و السير، هل يستأسر الرجل......، حديث:3045

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت

بہت سے اشخاص نے اس عمل صالح میں ایمان و کردار کی بلندیوں تک رسائی حاصل کی۔ عربوں میں شراب کی عادت عام تھی لیکن جب اس کی حرمت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

﴿فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴿٩١﴾﴾

''تو کیا تم رک رہے ہو۔''[1]

تو سب نے کہا: ''ہم رک گئے، ہم رک گئے''[2] اور جتنی بھی شراب ان کے پاس تھی انڈیل دی گئی، حتیٰ کہ مدینے کے بازاروں میں شراب بہنے لگی۔

اور یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی ہیں، وہ اپنے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے باپ کو اس وقت تک اندر نہیں آنے دیتے جب تک وہ یہ اقرار نہیں کر لیتا کہ میں سب سے ذلیل ہوں اور رسول اللہ ﷺ سب سے معزز ہیں۔[3]

ہمت و شجاعت

مسلمان شجاعت کی جس منزل پر پہنچے کسی قوم نے وہاں تک رسائی حاصل نہیں کی۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ہرقل روم کو شام سے پسپا کر دیا اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر پر قبضہ کر کے اس میں عدل و انصاف کے ساتھ فرماں روائی کی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

---

① المائدة 91:5

② مسند أحمد: 301/2 و تفسير ابن كثير: 180/2

③ تفسير ابن كثير: 478/4 سورة المنافقون

فارس کے حاکم بنے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سید القوم بن گئے۔ انھیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسی لقب سے پکارتے تھے۔ ان سے پہلے اندر نہیں جاتے تھے اور کسی مجلس میں ان سے بہتر جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے۔

دنیا سے بیزاری

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے متاع دنیا، اللہ کی راہ میں سستے مول فروخت کر دی۔ حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کا قصہ اس سلسلے میں کافی ہے۔ جب قریش نے انھیں اپنا مال مدینے لے جانے سے روک دیا اور کہا کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کو نہیں چھوڑو گے، مال نہیں لے جانے دیں گے۔ اس صحابیٔ رسول نے اپنا سارا مال دے دیا اور اپنی جان اور دین بچا کر لے گئے۔[1]

علم

انھوں نے علم کی بلندیوں کو حاصل کر لیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ علم الفرائض کے سب سے بڑے عالم ہوئے۔ حضرت ابو ذر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما حدیث نبوی کے اور حضرت عمار و مقداد اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم قضا کے عالم ہوئے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ علم قراءت کے، حضرت علی بن ابی طالب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم دین کی فقہ اور تفسیر کے بلند پایہ عالم شمار کیے جاتے تھے۔

ہمت

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں: ''اللہ کی قسم! آپ اگر

[1] تفسیر ابن کثیر:1/334

ہمیں اس سمندر تک لے جائیں تو آپ کے ساتھ اس میں گھس جائیں گے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت لوگ ہیں جنھوں نے شجاعت و جرأت میں بلند پایہ مقام حاصل کیا، جیسے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم۔

بھائی چارہ اور محبت

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا قصہ اس کا ثبوت ہے، جس کا محمد بن اسحاق نے سیرت میں ذکر کیا ہے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں قید ہو گئے۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے انھیں مکہ کے اطراف میں ایک بازار ''سوق حباشہ'' سے خرید لیا۔ انھوں نے یہ غلام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے خریدا تھا لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا اور آپ نے مکہ میں نبوت سے پہلے انھیں اپنا بیٹا بنا لیا۔ اس وقت وہ آٹھ سال کے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے تقریباً بیس سال بڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں قریش کی مجالس میں پھرایا اور فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ میں اس کا وارث اور یہ میرا وارث ہے۔ آپ انھیں اس بات کا گواہ بنا رہے تھے اور انھیں زید بن محمد پکارا جا رہا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ٱدْعُوهُمْ لِءَابَآئِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ ٱللَّهِ﴾

''انھیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی بات ہے۔''[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی ماں سعدی بنت ثعلبہ قبیلہ طے میں اپنی قوم کے ہاں جا رہی تھیں اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ساتھ تھے کہ بنو القین بن جسر کے چھاپہ ماروں نے حملہ کر دیا۔ وہ زید کی ماں کے خاندان ابن معن کے محلے سے گزرے اور زید کو

[1] الأحزاب 5:33

اُٹھا لے گئے۔ وہ ان دنوں بچے تھے۔ انھیں سوق عکاظ میں فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے لیے چار سو درہم میں خرید لیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو انھوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا۔

ادھر ان کے باپ انھیں قبائل میں ڈھونڈتے پھرتے اور روتے ہوئے یہ اشعار پڑھتے:

بَكَيْتُ عَلٰى زَيْدٍ وَّلَمْ أَدْرِ مَا فَعَلْ
أَحَيٌّ يُّرْجٰى أَمْ أَتٰى دُوْنَهُ الْأَجَلْ

فَوَاللهِ! مَا أَدْرِی وَإِنْ كُنْتُ سَائِلاً
أَغَالَكَ سَهْلُ الْأَرْضِ أَمْ غَالَكَ الْجَبَلْ

فَيَالَيْتَ شِعْرِی! هَلْ لَّكَ الدَّهْرَ رَجْعَةٌ
فَحَسْبِی مِنَ الدُّنْيَا رُجُوعُكَ لِی بَجَلْ

تُذَكِّرُنِيهِ الشَّمْسُ عِنْدَ طُلُوعِهَا
وَتُعْرِضُ ذِكْرَاهُ، إِذَا قَارَبَ الطَّفَلْ

وَإِنْ هَبَّتِ الْأَرْوَاحُ هَيَّجْنَ ذِكْرَهُ
فَيَا طُولَ مَا حُزْنِی عَلَيْهِ وَيَا وَجَلْ

سَأُعْمِلُ نَصَّ الْعِيسِ فِی الْأَرْضِ جَاهِدًا
وَلَا أَسْأَمُ التَّطْوَافَ أَوْ تَسْأَمُ الْإِبِلْ

حَيَاتِي أَوْ تَأْتِي عَلَيَّ مَنِيَّتِي
وَكُلُّ امْرِئٍ فَانٍ وَّإِنْ غَرَّهُ الْأَمَلْ
سَأُوصِي بِهِ قَيْسًا وَّعَمْرًا كِلَيْهِمَا
وَأُوْصِي يَزِيدًا ثُمَّ مِنْ بَعْدِهِ جَبَلْ

''میں زید کو رو رہا ہوں اور یہ نہیں جانتا کہ اسے کیا ہوا، زندہ ہے جس سے ملنے کی امید کی جائے یا موت کا شکار ہو گیا۔''

میں ہر طرح سے دریافت کر لینے کے باوجود اللہ کی قسم نہیں جانتا کہ تجھے میدانوں نے نگل لیا یا پہاڑوں نے اچک لیا؟!!

''اے کاش! میں یہ جان لوں کہ تم کبھی واپس آ ؤ گے! تمھاری واپسی میرے لیے دنیا سے کافی ہو گی۔''

''مجھے آفتاب نکلتے وقت اس کی یاد دلاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بھی اس کی یاد دلاتا ہے۔''

''اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو اس کی یاد اُبھار دیتی ہیں، تو اس پر میرے غم اور اندیشے کتنے طویل ہوئے جاتے ہیں۔''

''میں زمین میں (تجھے تلاش کرتے ہوئے) اونٹ دوڑاتا رہوں گا اور چکر لگانے سے نہیں اکتاؤں گا، خواہ اُونٹ اکتا جائیں۔''

''زندگی بھر (تجھے تلاش کروں گا) یہاں تک کہ میری موت آ جائے اور ہر شخص کو فنا ہونا ہے اگرچہ اسے اُمید نے دھوکے میں رکھا ہوا ہے۔''

''میں قیس اور عمرو دونوں کو اس (کی تلاش جاری رکھنے) کی وصیت کر جاؤں گا اور یزید کو بھی اور پھر اس کے بعد جبل کو وصیت کر جاؤں گا۔''

یعنی زید کے بھائی جبلہ بن حارثہ کو......

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قبیلہ کلب کے کچھ لوگ زیارت بیت اللہ کے لیے آئے اور وہ زید کو دیکھ کر پہچان گئے اور ان کو ان کے باپ کے اشعار سنائے اور بتایا کہ اس کے ماں باپ بہت غمگین ہیں۔ زید نے ان سے درخواست کی کہ ان تک یہ اشعار پہنچا دیں:

أَحِنُّ إِلٰى قَـوْمِي وَإِنْ كُنْـتُ نَائِـيًا

فَإِنِّي قَعِيدُ الْـبَيْـتِ عِنْدَ الْمَشَاعِرِ

فَكُفُّوْا عَنِ الْوَجْدِ الَّذِي قَدْ شَجَاكُمُ

وَلَا تَعْمِلُوْا فِي الْأَرْضِ نَصَّ الْأَبَاعِرِ

فَإِنِّي بِحَمْدِ اللهِ فِي خَيْرِ أُسْرَةٍ

كِرَامِ مَعَدٍّ كَابِرًا بَعْدَ كَابِرِ

"مجھے اپنی قوم سے پیار ہے اگرچہ میں ان سے دور ہوں، پھر بھی مشاعر کے پاس بیت اللہ کا باشندہ ہوں۔"

"لہٰذا مجھ پر غم کرنا چھوڑ دو اور زمین میں اُونٹ نہ دوڑاؤ۔"

"الحمد للہ! میں یہاں کے بہترین خاندان، یعنی معد کے شرفاء کے ہاں ہوں۔"

یہ لوگ واپس گئے اور ان کے والد کو بتلایا: "کعبہ کے رب کی قسم! ہم نے تیرے بیٹے کو شرفاء میں دیکھا" پھر انھوں نے ان کی جگہ بتائی۔ وہ فوراً اپنے بھائی کعب کو ساتھ لے کر مکہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا تو بتایا گیا کہ آپ مسجد کے پاس رہتے ہیں۔

وہ دونوں آپ کے پاس آئے اور کہا: ''اے عبدالمطلب کے بیٹے! اے ہاشم کے بیٹے! اے اپنی قوم کے سردار کے بیٹے! تم بیت اللہ کے باشندے اور ہمسائے ہو، قیدیوں کو آزاد کراتے ہو اور کھانا کھلاتے ہو۔ ہم دور دراز سے اپنے بیٹے کے لیے آئے ہیں، جو آپ کا غلام ہے، ہم سے ہمدردی و خیر خواہی کیجیے۔''

آپ نے فرمایا: ''کون ہے؟''

انھوں نے بتایا: ''زید بن حارثہ۔''

آپ نے فرمایا: ''اور تو کوئی مسئلہ نہیں؟''

انھوں نے جواب دیا: ''نہیں!''

آپ نے فرمایا: ''اسے بلاؤ اور پوچھ لو کہ اگر وہ تمھیں چاہتا ہے تو تم اسے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو اور اگر مجھے چاہتا ہے تو اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں ہوں کہ جو مجھے چاہے اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو چاہوں۔''

انھوں نے کہا: ''آپ نے انصاف سے بڑھ کر فیصلہ کیا اور ہمدردی کی۔''

زید کو بلایا گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''انھیں پہچانتے ہو۔''

زید نے کہا: ''ہاں! یہ میرے والد اور یہ چچا ہیں۔''

آپ نے فرمایا: ''تم مجھے جانتے ہو اور میرے ساتھ رہتے ہو، مجھے پسند کر لو یا ان دونوں کو۔''

زید نے جواب دیا: ''میں آپ کے مقابلے میں کسی کو پسند نہیں کرتا، آپ میرے باپ اور چچا کے برابر ہیں۔''

دونوں نے کہا: ''تمھارا برا ہو، تم نے آزادی پر غلامی کو پسند کر لیا۔''

انھوں نے جواب دیا: ''ہاں! میں نے ان میں ایسی بات دیکھی ہے کہ میں کبھی ان

کے مقابلے میں کسی کو پسند نہیں کرسکتا۔''

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ماجرا دیکھا تو ان کو حجر اسود کے پاس لے گئے اور حاضرین سے فرمایا: ''تم گواہ رہو یہ میرا بیٹا ہے اور میرا وارث ہے اور میں اس کا وارث ہوں۔''

جب ان کے باپ اور چچا نے یہ بات دیکھی تو خوش ہو گئے اور واپس چلے گئے اور انھیں زید بن محمد کے نام پکارا جانے لگا، یہاں تک کہ اسلام آ گیا اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ ٱدْعُوهُمْ لِآبَآئِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ ٱللَّهِ ﴾

''انھیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی بات ہے۔''[1]

اسی دن سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو پھر سے زید بن حارثہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔

آپ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے اسلام لائے اور معرکۂ بدر میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کی شادی کرائی جس سے ان کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو محبوب رسول ﷺ قرار دیا جاتا تھا اور رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

«وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ»

''بے شک وہ (زید بن حارثہ) ان لوگوں میں سے ہے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔''[2]

---

① الأحزاب 5:33۔الإصابة لابن حجر، رقم الترجمة :2897 أسد الغابة لابن الأثير، رقم الترجمة: 1829 الاستيعاب لابن عبدالبر، رقم الترجمة:848، طبقات ابن سعد:3/29-30

② صحيح البخاري،فضائل أصحاب النبيﷺ، باب مناقب زيد بن حارثة، حديث:3730

آپ 8 ھ میں غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ وہ اس غزوہ کے سپہ سالار تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر زید شہید ہو گئے تو جعفر اور اگر وہ شہید ہو گئے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم امیر ہوں گے۔ اس غزوے میں یہ تینوں شہید ہو گئے اور جب رسول اللہ ﷺ کے پاس زید اور جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خبر آئی تو آپ رو دیے اور فرمایا:

«أَخَوَايَ وَمُؤْنِسَايَ وَمُحَدِّثَايَ»

''وہ دونوں میرے بھائی، میرے مونس اور میرے ہم کلام تھے۔''[1]

اور ایک روایت ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے طائف سے ایک خچر کرائے پر لیا اور کرایہ خواہ نے ان سے یہ شرط طے کی کہ وہ جس جگہ چاہے گا اتار دے گا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ ان کو ایک ویرانے کے پاس لے گیا اور کہا: ''اتر جاؤ''! ناگہاں ان کی نظر بہت سے مقتولین پر پڑی اور جب اس نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ان کا مال ہتھیانے کی غرض سے قتل کرنا چاہا تو زید رضی اللہ عنہ نے درخواست کی: ''مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔''

اس نے کہا: ''پڑھ لو، تم سے پہلے ان لوگوں نے بھی نماز پڑھی لیکن ان کی نماز ان کے کسی کام نہ آئی۔''

انھوں نے بتایا کہ جب میں نے نماز پڑھ لی اور وہ مجھے قتل کرنے کے لیے آیا تو میں نے کہا: '' يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ''

تو قاتل نے یہ آواز سنی: ''اسے قتل نہ کرنا۔''

وہ ڈر گیا اور باہر نکل گیا لیکن کسی کو نہیں پایا اور میری طرف واپس آیا۔ میں نے پھر پکارا: '' يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ''

ایسے ہی میں نے تین بار کیا تو ناگہاں ایک گھوڑ سوار آیا جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا،

---

[1] أسد الغابة لابن الأثير: 253/2

جس کی اَنی میں آگ کا شعلہ تھا اور اس نے وہ نیزہ اس قاتل کو مارا جو اس کی پیٹھ سے پار ہو گیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ میں نے پوچھا: ”تم کون ہو؟“

اس نے بتایا: ”میں آسمان کا فرشتہ ہوں، جب تم نے پہلی بار ”یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِینَ“ پکارا تو میں ساتویں آسمان پر تھا اور دوبارہ پکارا تو آسمان دنیا میں اور تیسری بار ”یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِینَ“ پکارا تو تمھارے پاس پہنچ گیا۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ان کی شادی کی، پھر ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی۔ ان سے زید بن زید اور رقیہ بنت زید رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے، پھر درہ بنت ابولہب رضی اللہ عنہا اور اس کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی بہن ہند بنت عوام رضی اللہ عنہا سے شادی کی جبکہ آپ کے بیٹے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی لونڈی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ جسے آپ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے کچھ سفروں پر روانگی کے وقت انھیں مدینہ کا امیر بھی بنایا۔ ہجرت مدینہ کے بعد ان میں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میں بھائی چارہ کروایا۔ جب بھی آپ نے انھیں کسی سریے میں بھیجا تو امیر لشکر بنا کر بھیجا۔[2]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَّمَعَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ يُّؤَمِّرُهُ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ»

---

[1] ابن ابی الدنیا کے حوالے سے یہ واقعہ بے اصل ہے۔ ہمیں اس کی سند نہیں مل سکی۔ اور اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ ابن قیم رحمہ اللہ نے الجواب الکافی، ص 24 میں ذکر کیا ہے لیکن اس کی سند کا ذکر نہیں کیا۔

[2] مسند أحمد: 227/6

’’میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سات غزوات میں حصہ لیا اور زید بن حارثہ کے ساتھ سات سریے کیے۔ رسول اللہ ﷺ انھیں ہمارا امیر لشکر بناتے تھے۔‘‘[1]

ان کی شہادت 55 سال کی عمر میں ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ان کے سوا کسی کا نام قرآن میں نہیں آیا ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا﴾

’’اور جب زید نے اس (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس کی شادی آپ سے کر دی۔‘‘[2]

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَيْمُ اللهِ! إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِّلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ»

’’اللہ کی قسم! وہ (زید بن حارثہ) امیر بنائے جانے کے اہل تھا اور وہ ان لوگوں میں سے تھا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے۔‘‘[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللهِ فِي بَيْتِي، فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ . . . فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ»

’’زید بن حارثہ (کسی سفر سے واپس) مدینہ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاں آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ ان کی طرف اُٹھ کر گئے...... اور ان سے معانقہ کیا اور بوسہ دیا۔‘‘[3]

---

[1] الإصابة :497/2 وأصله فی صحیح البخاری مختصراً برقم:4270

[2] الأحزاب 37:33

[3] صحیح البخاری، فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب زید بن حارثه، حدیث:3730

[3] جامع الترمذی، الاستئذان، باب ماجاء فی المعانقة و القبلة، حدیث:2732

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو مجھ سے زیادہ بیت المال سے وظیفہ دیا تو میں نے اس کا سبب دریافت کیا، انھوں نے فرمایا:

«إِنَّهُ كَانَ أَحَبَّ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْكَ، وَإِنَّ أَبَاهُ كَانَ أَحَبَّ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ أَبِيكَ»

''وہ رسول اللہ ﷺ کو تم سے زیادہ محبوب تھے اور اس کے باپ رسول اللہ ﷺ کو تمھارے باپ سے زیادہ محبوب تھے۔''[1]

[1] الإصابة: 497/2

علم کے لحاظ سے لوگوں کی اقسام

① دین کا عالم اور اس کے احکام کا پابند۔ یہی وہ انعام یافتہ کردار ہے جس نے اچھے اور نیک عمل کے ذریعے سے اپنے نفس کو پاک، صاف کرلیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ۝٦ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ﴾

''ہمیں سیدھا راستہ دکھا دے، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔''[1]

② دین کا عالم اور اس کا مخالف۔ ایسا صاحب علم مغضوب علیہ ہے جس نے دین کو عناد و تکبر کی وجہ سے چھوڑ دیا، مثلاً یہودی اور وہ شخص جو دین کو جاننے کے باوجود یہود کی مانند اس کی مخالفت کرتا ہو۔

③ دین سے جاہل وہ شخص جسے دین کا کوئی علم نہ ہو اور وہ اللہ کے دین سے گمراہ ہو۔ جس کا علم فاسد ہو، وہ دین سے گمراہ ہو جاتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوتا ہے۔

دوسری اور تیسری قسم کے لوگوں کے طرز عمل سے بچنے کے لیے ہمیں اللہ سے یہ دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ۝٧ ﴾

''(ہمیں ایسے لوگوں کے راستے پر چلا) جن پر تیرا غضب نہیں ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔''[1]

---

[1] الفاتحة: 1/6-7 [1] الفاتحة: 1/7

خلوص کے لحاظ سے لوگوں کی اقسام

① اللہ تعالیٰ سے مخلص اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے پیروکار جو اپنے اعمال اور اقوال سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَـٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا﴾

''اور جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہو، اسے نیک عمل کرنا چاہیے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں بنانا چاہیے۔''[1]

اور یہی سچے ہدایت یافتہ ہیں۔

② جن کے اعمال واقوال شریعت کے موافق ہوتے ہیں نہ ان کے ہاں اپنے پروردگار کے لیے خلوص ہوتا ہے۔ وہ نمائش کے لیے عمل کرتے ہیں اور ایسی بات پر اپنی تعریف چاہتے ہیں جو ان کے اندر نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَّيُحِبُّونَ أَن يُحْمَدُوا۟ بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا۟ فَلَا تَحْسَبَنَّهُم بِمَفَازَةٍ مِّنَ ٱلْعَذَابِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٨٨﴾﴾

''اور وہ چاہتے ہیں کہ جو اعمال انھوں نے نہیں کیے ان پر ان کی تعریف کی جائے

[1] الکھف 110:18

تو ایسے لوگوں کو ہرگز عذاب سے الگ نہ سمجھیے اور ان کے لیے تکلیف دہ عذاب ہے۔''[1]

③ جو خلوص سے عمل کرتے ہیں لیکن ان کے اندر اتباع رسول میں نقص ہوتا ہے، جیسے کچھ اہل بدعت، زہاد اور تصوف پسند ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے اعمال واقوال میں سیرت رسول ﷺ کی پیروی نہیں کرتے۔

④ جو شریعت کے موافق عمل تو کرتے ہیں لیکن ان کے اعمال خالص اللہ کے لیے نہیں ہوتے، جیسے وہ شخص جو بہادری کے اظہار، عصبیت یا لوگوں کو دکھانے کے لیے لڑتا ہے یا اس لیے مال صرف کرتا ہے کہ اس کی سخاوت کا نام ہو۔

---

① آل عمران 3:188

آخرت میں درجات کے لحاظ سے لوگوں کی اقسام

مقربین

یہ اولین میں سے زیادہ اور آخرین میں سے تھوڑے سے ہوں گے۔ جنھوں نے واجبات و مستحبات پر عمل کیا اور ناجائز و مکروہ امور کو ترک کر دیا اور ان چیزوں سے اظہار براءت کرتے رہے، جن سے دینی فائدہ نہ ہو۔

اصحاب الیمین

یہ اولین و آخرین میں سے ایک کثیر جماعت ہوگی۔ یہ وہ ہیں جنھوں نے واجبات ادا کیے، ناجائز کو ترک کیا اور کچھ مستحبات کو چھوڑ دیا اگرچہ کچھ مکروہات میں ملوث رہے۔

اصحاب الشمال

یہ وہ ہوں گے جو ناجائز کام کرتے رہے اور انھوں نے واجبات کو چھوڑے رکھا۔

عبادت کی حکمت کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر

جہمیہ

ان کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادات میں کوئی حکمت نہیں۔ یہ صرف اس لیے ہیں کہ اللہ کا یہی ارادہ اور چاہت ہے، اسی وجہ سے اس نے کچھ چیزوں کا حکم دیا اور کچھ سے روکا ہے۔

قدریہ

ان کا خیال ہے کہ بندے کو جو ثواب ملتا ہے وہ اس کے عمل کا بدلہ ہوتا ہے۔ جیسے ملازم کو اس کی اجرت دی جاتی ہے۔

ان دونوں کی رائے غلط ہے۔ درست بات یہ ہے کہ ثواب و عذاب سے متعلق تمام اعمال کے اسباب ہیں۔ نیک اعمال بندوں کے لیے اللہ کی توفیق و مدد سے ہوتے ہیں اور ثواب وعذاب اعمال کی قیمت نہیں ہوتے۔ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَنْ يُّدْخِلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ، قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَارَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: لَا، وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللهُ بِفَضْلٍ وَّرَحْمَةٍ»

''کسی آدمی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: اللہ کے رسول! آپ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں مگر یہ کہ اللہ اپنے فضل اور رحمت سے مجھے ڈھانپ لے۔''[1]

فلاسفہ اور صوفیاء

ان کا خیال یہ ہے کہ عبادات نفس کی ریاضت اور اسے حیوانی جذبات سے نکالنے کے لیے ہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ جب انسان کو یقین (اللہ کی معرفت) حاصل ہو جائے تو وہ عبادت کرنے اور نہ کرنے میں مختار ہے۔ ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

﴿وَٱعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأۡتِيَكَ ٱلۡيَقِينُ ٩٩﴾

''اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو یہاں تک کہ آپ کو یقین (موت) آجائے۔''[2]

اور ان کے ہاں یقین کے معنی ''اللہ کی معرفت ہے'' جب کہ اس کی درست تفسیر ''موت'' ہے، یعنی یہاں تک کہ موت آجائے اور عبادت کا سلسلہ بند ہو جائے۔

اہل سنت والجماعت

یہ اللہ اور اس کے احکام کا علم رکھنے والے اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کے ہدایت یافتہ ہیں، ان کی رائے یہ ہے کہ عبادت کی وجہ اللہ کی معبودیت ہے اور یہ اس کی محبت کا تقاضا ہے۔ یہی مخلوقات کے پیدا کیے جانے، انبیاء علیہم السلام کو بھیجنے اور کتابیں نازل کیے جانے کی وجہ ہے اور اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] صحیح البخاری، المرض، باب تمنی المریض الموت، حدیث:5673 و صحیح مسلم:2816

[2] الحجر 99:15

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾﴾

''کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمھیں بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف واپس نہیں لوٹائے جاؤ گے؟''[1]

اور فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾﴾

''اور میں نے جن وانس کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''[2]

جنت عبادت کی قیمت نہیں ہے بلکہ عبادت تو اللہ کی رحمت کا سبب ہے جو جنت میں داخل کیے جانے کا تقاضا کرتی ہے اور ایسے ہی کفر اللہ کے غضب کا سبب اور جہنم میں داخل کیے جانے کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾﴾

''(موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ اے اللہ!) اور ہمارے نام دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور

---

[1] المؤمنون 115:23 [2] الذّاریات 56:51

آخرت میں بھی۔ ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اپنا عذاب اسی پر واقع کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں۔ اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہے تو میں اس (رحمت) کو ان لوگوں کے نام ضرور لکھوں گا جو (مجھ سے) ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو لوگ ایسے رسول، نبیِ اُمّی ﷺ کا اتباع کرتے ہیں، جس (کے تذکرے) کو وہ لوگ اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتا ہے اور خبیث (گندی) چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتا ہے۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی حمایت کرتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے تو ایسے لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔'' [1]

[1] الأعراف 7:156-157

مستقیم اور منحرف انسانوں میں موازنہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَفَنَجْعَلُ ٱلْمُسْلِمِينَ كَٱلْمُجْرِمِينَ ۝٣٥ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝٣٦﴾

''کیا ہم مسلمانوں کو گناہ گاروں کی مانند کر دیں گے، تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسا فیصلہ کر رہے ہو؟''①

اور فرمایا:

﴿أَمْ نَجْعَلُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ كَٱلْمُفْسِدِينَ فِى ٱلْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ ٱلْمُتَّقِينَ كَٱلْفُجَّارِ ۝٢٨﴾

''جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے کیا ہم انھیں ان جیسا کر دیں گے جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں یا پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا بنا دیں گے؟''②

اور فرمایا:

﴿وَمَا يَسْتَوِى ٱلْأَحْيَآءُ وَلَا ٱلْأَمْوَٰتُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَآءُ ۖ وَمَآ أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِى ٱلْقُبُورِ ۝٢٢﴾

① القلم 68:35-36 ② ص 38:28

''اور زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے، یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔''[1]

اور فرمایا:

﴿أَفَمَن شَرَحَ ٱللَّهُ صَدْرَهُۥ لِلْإِسْلَـٰمِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِۦ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقَـٰسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ ٱللَّهِ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ فِى ضَلَـٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٢٢﴾﴾

''کیا وہ شخص، جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے تو وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہے، (وہ سخت اور تنگ دل کافر کے برابر ہو سکتا ہے؟)، چنانچہ ہلاکت ہے ان پر جن کے دل یاد الٰہی کے معاملے میں سخت ہو گئے ہیں، یہی لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔''[2]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَمَّنْ هُوَ قَـٰنِتٌ ءَانَآءَ ٱلَّيْلِ سَاجِدًا وَقَآئِمًا يَحْذَرُ ٱلْـَٔاخِرَةَ وَيَرْجُوا۟ رَحْمَةَ رَبِّهِۦ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَـٰبِ ﴿٩﴾﴾

''کیا (مشرک بہتر ہے یا) وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں، سجدے اور قیام میں رہتا ہو، آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کا امید وار ہو، کہہ دیجیے کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟ نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل مند ہوں۔''[3]

اور فرمایا:

﴿أَفَمَن يَتَّقِى بِوَجْهِهِۦ سُوٓءَ ٱلْعَذَابِ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ ۚ وَقِيلَ لِلظَّـٰلِمِينَ ذُوقُوا۟ مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٢٤﴾﴾

---

[1] فاطر 22:35 [2] الزمر 22:39 [3] الزمر 9:39

''بھلا جو شخص قیامت کے دن، بدترین عذابوں کی ڈھال اپنے منہ کو بنائے گا اور (ایسے) ظالموں سے کہا جائے گا: ''اپنے کیے کا وبال چکھو'' (کیا یہ شخص، اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جو روز قیامت بالکل بے خوف اور امن میں ہوگا؟)[1]

اور ارشاد ہے:

﴿لَّا يَسْتَوِى ٱلْقَٰعِدُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُو۟لِى ٱلضَّرَرِ وَٱلْمُجَٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ بِأَمْوَٰلِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ ٱللَّهُ ٱلْمُجَٰهِدِينَ بِأَمْوَٰلِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى ٱلْقَٰعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلْحُسْنَىٰ ۚ﴾

''مومنوں میں سے جو بغیر عذر بیٹھ رہتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں، برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ نے ان کو جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں ان پر جو بیٹھ رہتے ہیں ایک درجہ فضیلت دی ہے اور ہر ایک سے اللہ نے حسنیٰ (جنت) کا وعدہ کیا ہے۔''[2]

اور فرمایا:

﴿وَضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَآ أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَىْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَىٰ مَوْلَىٰهُ أَيْنَمَا يُوَجِّههُّ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ ۖ هَلْ يَسْتَوِى هُوَ وَمَن يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٧٦﴾﴾

''اللہ نے دو اشخاص کی مثال بیان کی ہے۔ ان میں سے ایک گونگا ہے جو کچھ نہیں کرسکتا اور وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے، وہ اسے جس طرف بھیجتا ہے کوئی اچھائی نہیں لاتا۔ کیا وہ اس آدمی کے برابر ہوسکتا ہے جو انصاف کا حکم دیتا ہو اور سیدھے راستے پر ہو؟''[3]

---

[1] الزمر 24:39 [2] النساء 95:4 [3] النحل 76:16

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾

''آپ فرما دیں: کیا جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے دونوں برابر ہو جائیں گے؟''[1]

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَا يَسْتَوِى ٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْبَصِيرُ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ وَلَا ٱلْمُسِىٓءُ ۚ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾﴾

''اندھا اور بینا اور جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرے اور بدکردار برابر نہیں ہوں گے، تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔''[2]

اور فرمایا:

﴿لَا يَسْتَوِىٓ أَصْحَـٰبُ ٱلنَّارِ وَأَصْحَـٰبُ ٱلْجَنَّةِ ۚ أَصْحَـٰبُ ٱلْجَنَّةِ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ﴾

''اہلِ جہنم اور اہلِ جنت برابر نہیں ہوں گے، اہل جنت ہی کامیاب ہیں۔''[3]

اور ارشاد ہے:

﴿لَا يَسْتَوِى مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ ٱلْفَتْحِ وَقَـٰتَلَ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ ٱلَّذِينَ أَنفَقُوا۟ مِنۢ بَعْدُ وَقَـٰتَلُوا۟ ۚ﴾

''تم میں سے جنھوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کیا اور لڑائی لڑی (وہ دوسروں کے) برابر نہیں۔ ان کا درجہ ان سے بہت بڑا ہے جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑائی لڑی۔''[4]

نیز فرمایا:

---

[1] الزمر 9:39 [2] المؤمن 58:40

[3] الحشر 20:59 [4] الحدید 10:57

﴿قُل لَّا يَسْتَوِى ٱلْخَبِيثُ وَٱلطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ ٱلْخَبِيثِ﴾

''آپ فرما دیں کہ ناپاک اور پاک دونوں برابر نہیں ہیں اگرچہ ناپاک کی کثرت تمھیں اچھی لگے۔''[1]

اور فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾﴾

''آپ فرمائیں: کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم سوچتے نہیں؟''[2]

نیز فرمایا:

﴿مَثَلُ ٱلْفَرِيقَيْنِ كَٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْأَصَمِّ وَٱلْبَصِيرِ وَٱلسَّمِيعِ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا﴾

''دونوں فریقوں کی مثال اندھے، بہرے اور دیکھنے، سننے والے کے مانند ہے تو کیا دونوں مثال کے لحاظ سے برابر ہو جائیں گے؟''[3]

یقیناً مومن و کافر، نیکوکار اور گناہ گار، پرہیزگار اور بدکار، اندھا اور بینا، بہرا اور سننے والا، اہلِ جہنم اور اہلِ جنت، پاک اور ناپاک، مجاہد اور خانہ نشین، عالم و جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ جس کا دل اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا اور وہ معروف کا حکم کرتا ہو اور جو اندھیروں میں ہو اور اس سے نکل نہ سکتا ہو ان میں کوئی برابری، موازنہ اور مناسبت نہیں ہے۔

دونوں میں بڑا فرق اور بڑا فاصلہ ہے۔ ایک اللہ کے نور میں چلتا ہے اور اس کی ہدایت سے ہدایت یافتہ ہے جبکہ دوسرا تاریکیوں، جہالت اور کفر و گمراہی میں بھٹکتا ہے اور اپنے رب کے راستے کو نہیں پہچانتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ٱلْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰٓ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ﴾

---

[1] المائدة 100:5 [2] الأنعام 50:6 [3] هود 24:11

''کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ آپ کے رب کی طرف سے جو آپ پر اتارا گیا وہ حق ہے، اس کے برابر ہے جو اندھا ہو (جسے اتنی بصیرت نہ ہو کہ یہ حق ہے) بے شک عقل مند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔''[1]

جو لوگ ان دونوں متضاد اور متناقض کرداروں کو ایک جیسا قرار دینا چاہتے ہیں، وہ صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے اور بے خبر ہیں۔ ان کی فطرت ٹیڑھی، ان کی عقل کھوٹی اور ان کے پیمانے فاسد ہیں۔

اللہ تعالیٰ اسی آدمی سے راضی ہوتا ہے جو صراطِ مستقیم پر چل رہا ہو، اپنے پروردگار کی عبادت کر رہا ہو، اس سے ڈرتا ہو اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتا ہو۔ اس میں اور اس شخص میں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کر رہا ہو، اس کی نعمتوں کا انکار کرتا اور اس کی زمین میں فساد برپا کرتا ہو کوئی برابری نہیں۔ جو شخص زمین میں فساد کرتا ہے وہ اگر کبھی دنیا میں ظاہری دولت ونعمت اور کثرت اولاد میں ہوتا ہے لیکن آخرت میں اس مومن کے برابر نہیں ہوسکتا جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔ اس مومن کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور کافر کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی گئی ہے۔ اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے۔

عقل مند وہی ہے جو انجام کی فکر کرتا ہے اور اسے ہزار بار سوچتا ہے اور اس سخت وقت کے لیے تیار رہتا ہے۔ وہ اس پائیدار، دائمی اور ابدی گھر آخرت کے لیے کوشش کرتا ہے۔ اس کے برعکس بدکار جو ظاہری عیش وراحت کا لطف اُٹھاتا ہے، اس کے لیے آخرت میں قرار وسکون نہیں بلکہ بدنصیبی، دکھ اور سخت عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ

---

[1] الرعد 19:13

ٱلْقِيَـٰمَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾

’’اور جس نے میری یاد سے منہ موڑ لیا اس کے لیے تنگ زندگی ہے اور ہم اسے قیامت کے روز اندھا کر کے اُٹھائیں گے۔‘‘[1]

[1] طٰہٰ 124:20

سادہ انسان کے لیے صراط مستقیم

اے انسان! تیرا اسلام سے لگاؤ ہی وہ راستہ ہے جو تجھے اللہ کے عذاب سے بچا سکتا اوراس کی رحمت تک پہنچا سکتا ہے۔ اس کے بغیر تیرے لیے نقصان اور عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلْعَصْرِ ۝١ إِنَّ ٱلْإِنسَـٰنَ لَفِى خُسْرٍ ۝٢ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلْحَقِّ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلصَّبْرِ ۝٣﴾

''قسم ہے زمانے کی! بے شک تمام انسان بڑے گھاٹے میں ہیں مگر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور آپس میں حق کی تلقین کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔''[1]

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ یہ چار صفات، یعنی ایمان، عمل صالح، حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین، جس انسان میں نہ ہوں وہ گھاٹے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلتِّينِ وَٱلزَّيْتُونِ ۝١ وَطُورِ سِينِينَ ۝٢ وَهَـٰذَا ٱلْبَلَدِ ٱلْأَمِينِ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَـٰنَ فِىٓ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝٤ ثُمَّ رَدَدْنَـٰهُ أَسْفَلَ سَـٰفِلِينَ ۝٥ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟

[1] العصر 103:1-3

ٱلصَّٰلِحَٰتِ فَلَهُمۡ أَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُونٖ ۝٦﴾

''قسم ہے انجیر اور زیتون کی۔ اور قسم ہے طور سینا اور اس پُر امن شہر (مکہ) کی! بے شک ہم نے انسان کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا۔ پھر اسے پستوں سے پست کر دیا لیکن جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرے (وہ پست نہیں بلکہ افضل و برتر ہے۔'')[1]

اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انجیر وزیتون اور مکہ کی قسم کھائی ہے اور اسے ''لام'' اور ''قد'' سے مؤکد کر کے انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا ذکر کیا اور پھر فرمایا ہے کہ انسان جب تک ایمان نہ لائے اور نیک عمل نہ کرے، وہ اس شرف اور اعزاز کا حق دار نہیں بن سکتا بلکہ فرمایا کہ ان کے بغیر وہ تمام مخلوقات سے پست اور ذلیل قرار دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَتَخۡطَفُهُ ٱلطَّيۡرُ أَوۡ تَهۡوِي بِهِ ٱلرِّيحُ فِي مَكَانٖ سَحِيقٖ ۝٣١﴾

''اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا آسمان سے گر گیا اور اسے پرندے اچک رہے ہیں یا اسے ہوا دور دراز جگہ پھینک رہی ہے۔''[2]

جس طرح نجات کے لیے اسلام ضروری ہے اسی طرح سیدھی راہ اور صراط مستقیم کو اپنائے بغیر نجات ممکن نہیں ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ آپ کے پاس کتاب وسنت کے موافق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہونا چاہیے۔ آپ کے پاس اتنی وسعت ہونی چاہیے جو اہل سنت والجماعت اور ان علمائے سلف کو حاصل رہی جن کی نیکی وتقویٰ اور دین کی فہم وفراست پر پوری امت اسلامیہ گواہ ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان اس صراط مستقیم کو کیسے پہچانے جس پر چلنے کا حکم اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دیا ہے اور اسے بیان کرنے کے لیے کتابیں نازل فرمائی ہیں

---

[1] التين 95:1-6 [2] الحج 31:22

اور پیغمبروں کو بھیجا ہے تاکہ لوگ اس راستے کو اختیار کریں۔

اس صراط مستقیم کے بہت سے نشانات ہیں جو اکثر لوگوں سے پوشیدہ ہیں جبکہ ہم ہر نماز میں کہتے ہیں:

﴿ اَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝٦ ﴾

''(اے اللہ) ہمیں سیدھا راستہ دکھا دے۔''[1]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ صراط مستقیم کے نشانات کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں سلف صالحین کے طریقے کی پیروی میں ہیں۔

اے اللہ! ہم تیرے اچھے ناموں اور بلند صفات کے وسیلے سے سوال کرتے ہیں کہ قرآن کریم کو ہمارے دلوں کی بہار بنا دے اور اس سے ہمارے غم و فکر کو دور کر دے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے صراط مستقیم کی ہدایت دے جو تیرے انعام یافتہ بندوں، انبیاء، صدیقوں، شہیدوں اور نیکوں کا راستہ ہے اور یہی بہترین ساتھی ہیں۔ اللہ کی رحمت نازل ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر۔ (آمین)

[1] الفاتحة 6:1

تلاش حق سیریز

تلاشِ حق میں سرگرداں لوگوں تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے لیے
انتہائی مستند، جامع اور دل پذیر کتابوں کا سیٹ، اردو میں پہلی بار

خود پڑھیے اور دوسروں کو ہدیہ کیجیے!

* توحید اور ہم
* رحمتِ دو عالم ﷺ
* قرآن کی عظمتیں اور اس کے معجزے
* اسلام کی امتیازی خوبیاں
* اسلام کے بنیادی عقائد
* اسلام میں بنیادی حقوق
* اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات
* اسلام پر 40 اعتراضات کے عقلی و نقلی جواب
* اسلام ہی ہمارا انتخاب کیوں؟
* میں توبہ تو کرنا چاہتا ہوں لیکن!
* جنت میں داخلہ، دوزخ سے نجات

راہ حق سیریز

مسلمانوں کی عملی زندگی میں مسنون انقلاب برپا کرنے والی کتب کا دعوتی، مستند اور جامع سیٹ

خود پڑھیے اور دوسروں کو ہدیہ دیجیے!

* ترجمہ و تفسیر تیسواں پارہ
* تجلیات نبوت
* ارکانِ اسلام و ایمان
* مسنون نماز اور روزمرہ کی دعائیں
* اسلام کے احکام و آداب
* فکر و عقیدہ کی گمراہیاں اور صراطِ مستقیم کے تقاضے
* اسلامی آدابِ معاشرت
* حقوق و فرائض
* انسان......اپنی صفات کے آئینے میں
* دعوتِ حق کے تقاضے
* لباس اور پردہ

انسان
اپنی صفات کے آئینے میں

انسانی وجود کے دو حصے ہیں......ایک روحانی' دوسرا مادی۔ مادیت کے اس دور میں انسان کے اس وجود پر بہت کام ہوا ہے مگر دوسرے اور اہم تر وجود پر جو کچھ لکھا اور کہا گیا ہے اس کی وقعت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ضمن میں انسانی عقل کی رہنما......وحی...... سے روشنی حاصل نہیں کی گئی۔ ''انسان اپنی صفات کے آئینے میں'' اس غلط روش کا خوب صورت ازالہ ہے......مصنف نے وحی الٰہی کی روشنی میں انسان کے مثبت اور منفی' تمام صفات کا خوب صورت تجزیہ کیا ہے اور انسان کو وہ آئینہ دکھایا ہے جس میں وہ اپنی سچی اور اصل تصویر دیکھ سکتا ہے......اس کے ساتھ ساتھ ان عوامل کی نشان دہی بھی کی گئی ہے جن سے انسان اپنی تصویر کی بدنمائی کو دور کر سکتا ہے...... ان پہلوؤں نے اس کتاب کی افادیت میں اس قدر اضافہ کر دیا ہے کہ اس کا مطالعہ ہر سچے انسان کی ضرورت بن گیا ہے۔

ISBN: 9960-9822-5-4

PRINTED IN CHINA -05